ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

محرم ۱۴۱۳ھ ○ جولائی ۱۹۹۲ء

مومنین اہلسنت کو اسلامی
سَال نو ۱۴۱۳ھ مُبارک

ارشاداتِ گرامی سیدنا **حُسین** رضی اللہ عنہ

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے

- ابن زیاد ـــ کے ہاتھ پر ـــ یزید کی بیعت ـــ؟ تو خدا کی قسم! یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے!
ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے"

- مجھے یزید کے پاس جانے دو تاکہ میں اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیدوں پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کریگا [البدایہ لابن کثیر ج۸ ص۱۷۰]
.... اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب سمجھے رائے قائم کریگا [تاریخ الامم والملوک للطبری ج۶ ص۲۳۵]

- سیدنا ـــ حسینؓ سے پختہ روایت ہے. آپ نے کمانڈر کوفہ عمر بن سعدؒ سے فرمایا.
میری تین باتوں سے ایک پسند کرلو (۱) یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں (۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے. تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا.
(۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کیطرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا، پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا وہی مجھے بھی مل جائے گا، اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی. [شیعوں کی معتبر کتاب ـــ الشافی ـــ مع التلخیص ص۱۷۱ ج۴، طبع ایران، تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط، (سیدنا الحسین بن ـــ سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)]

- اے کاش! یہ شرائط نامہ طے ہوجاتا تو اُمت کو مظلومیٔ حسینؓ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا
اور نہ ـــ یزید ہی کے لئے سبّ وشتم اور لعن طعن کا دروازہ کھلتا!
بہرحال جناب سیدنا حسینؓ کا قول وعمل ہمارے لئے ایک دائمی درسِ عبرت ہے.
خدائے پاک ہمیں شہیدِ کربلا کی سچی پیروی نصیب فرمائیں ـــ آمین ـــ!

خاتم الانبیاء والمعصومین مخبر صادق سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیشین گوئی

سیدنا حسینؓ کے قاتل کون؟

٣٧٣ ـ الحسين بن محمد، عن محمد بن أحمد النهدي، عن معاوية بن حكيم، عن بعض رجاله، عن عنبسة بن بجاد، عن أبي عبدالله عليه السلام في قول الله عز وجل: «فأما إن كان من أصحاب اليمين ﴿ فسلام لك من أصحاب اليمين[5]» فقال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله لعلي عليه السلام: هم شيعتك فسلم ولدك منهم أن يقتلوهم.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا:

"اے علیؓ اپنے بیٹوں کو اپنے شیعوں سے بچانا وہ انہیں قتل کر دیں گے"

(شیعہ مذہب کی سب سے معتبر کتاب کافی صفحہ ٢٦٠ جلد نمبر ٨)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس واضح پیشین گوئی کے بعد جو شخص کسی اور کو قتل حسینؓ کا ذمہ دار ٹھیراتا ہے وہ حضور علیہ السلام کے فرمان کی تکذیب واہانت کرتا ہے۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

محرم الحرام ۱۴۱۳ھ جولائی ۱۹۹۲ء جلد ۳ شمارہ ۷ قیمت فی پرچہ =/۶ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبد الحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ◉ قمر الحسنین
خادم حسین ◉ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ◉ عبد اللطیف خالد
حُر آغائی ◉ دیدہ ور

زرِ تعاون سالانہ

◉ اندرونِ ملک =/۶۰ روپے ◉ بیرونِ ملک =/۵۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

خط و کتابت: دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۷۲۸۱۳

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت شعبۂ تبلیغ عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	مُدیر	۳
اقبال اور قادیانیت	ڈاکٹر افضل اقبال	۵
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	ابوسفیان تائب	۹
ماتم اور تعزیت		۱۷
اسمٰعیلی عقائد و نظریات	مولانا محمد عبدالحق چوہان	۲۲
امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ	مولانا عبدالستار جھنگوی	۳۰
جمعہ کا دوسرا خطبہ	شاہ بلیغ الدین	۳۳
یہ گدھے	مجید لاہوری مرحوم	۳۸
ایران میں اہلِ سُنت پر مظالم	سازمانِ اہلِ سُنت ایران	۴۱
خبردار (نظم)	سیّد عطاء المحسن بخاری	۴۲
نمسکو	محمد اکرام تائب	۴۳
زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۴
آذر کون ؟	مُفتی منظور احمد تونسوی	۴۶
کشف سبائیت	ابوریحان سیال کوٹی	۵۲

دل کی بات

تمام مسلمانوں کو اسلامی سال نو ۱۴۱۳ھ مبارک ہو

محرم آتا ہے تو ملک بھر میں امن کی باتیں شروع ہوجاتی ہیں، امن کمیٹیاں قائم ہوجاتی ہیں قومی سطح سے لیکر شہری سطح تک ضابطہ اخلاق مرتب ہوجاتے ہیں۔ رواداری اور بھائی چارے کے موضوع پر ہر کہ ومہ کے بیانات اخبارات کی زینت بنتے ہیں۔

علماء کرام کی گرفتاریوں، زبان بندیوں اور نظر بندیوں کے ایک وسیع سلسلے کا آغاز ہوجاتا ہے اس تمام صورت حال سے ملکی اور غیر ملکی سطح پر عمومی تاثر یہ ابھرتا ہے کہ ماہ محرم فسادات، بدامنی اور خوف وہراس کو اپنے جلو میں لئے طلوع ہوتا ہے اور اسلامی سال نو کا آغاز ان قباحتوں کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ دین اسلام سراسر امن وسلامتی کا پیغام ہے۔

یہ انتہائی افسوسناک صورت حال ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ حق بات تو یہی ہے کہ جو گروہ اپنے حقوق سے تجاوز کرکے دوسروں کے حقوق نہ صرف غصب بلکہ پامال کر رہا ہے وہی اصل مفسد اور دین و وطن کا دشمن ہے۔ ایسے عناصر کا قلع قمع حکومت کی ذمہ داری ہے عوام کی نہیں۔ اس معاملہ میں کسی بھی حکومت نے خاص مصلحتوں کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا اور عوام نے حکومتی فرائض سرانجام دینے شروع کردیئے۔ جس کا لازمی نتیجہ فسادات اور بدامنی کا ظہور پذیر ہونا ہے۔

اسلام میں ماہ محرم کی اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اللہ تعالی نے امت مسلمہ کیلئے جو مہینے اہم قرار دیئے وہ رمضان اور ذوالحجہ ہیں ایک میں روزے فرض کئے تو دوسرے میں حج۔ اور اس کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ محرم میں اسلام کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے وہ یہودیوں، سبائیوں اور رافضیوں کی ذہنی اختراع ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ فسادات کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ منافقین عجم یہودیانہ ومشرکانہ افعال کو اسلام میں داخل کرنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہیں جسے کوئی غیرت مند مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔

چند سال قبل تحفظ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم آرڈیننس جاری ہوا تھا مگر آج تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا مشرکین ومنافقین اور خبیثان عجم سرعام اسلام کے عظیم محسنوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرّی کرتے ہیں جس پر مسلمانوں کا شدید رد عمل فطری امر ہے۔ مگر حکومت اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کے معاملہ میں مجرمانہ غفلت کا شکار ہے اگر حکومت اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین، اخلاقی ضابطوں اور امن کمیٹیوں کے فیصلوں پر غیر جانبدار ہوکر سختی سے عمل کرائے تو پھر بھی ملک

امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ ورنہ تمام کوششیں اکارت جائیں گی اور صورت حال پہلے سے زیادہ بدتر ہوتی چلی جائے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہی عائد ہوگی۔

سندھ آپریشن

ان دنوں سندھ "آپریشن کلین اپ" کی زد میں ہے لیکن یہ آپریشن صرف کراچی تک محدود کردینے سے مسائل حل نہ ہوں گے پاک فوج نے ایم کیو ایم کے ٹارچر سیل ختم کردیئے ہیں جو یقیناً ایک مستحسن اقدام ہے مگر اندرون سندھ وڈیروں، پیشہ ور سیاست دانوں اور ظالم جاگیرداروں کی کمین گاہوں کا آپریشن بھی ضروری ہے اس سے حکومتی ارکان کے مفادات تو مجروح ہوں گے اور شاید حکومت اس کی اجازت بھی نہ دے مگر فوج کی غیر معمولی دلچسپی سے یہ کار خیر بھی انجام پاسکتا ہے۔

تحریک طلباء اسلام کی تجدید نو

مجلس احرار اسلام نے ۱۹۷۰ء میں "تحریک طلباء اسلام" کے نام سے طلباء کی ایک تنظیم قائم کی تھی ماضی میں یہ تنظیم بڑی فعال رہی مگر بعض گفتنی و ناگفتنی احوال کی وجہ سے ۱۹۷۷ء کی تحریک کے بعد اس کا کام سست پڑ گیا نوجوانوں نے پھر رخت سفر باندھا ہے اور نئے عزم کے ساتھ "تحریک طلباء اسلام" کی تجدید نو میں مصروف ہیں مجلس احرار اسلام سے وابستہ تمام طلباء "تحریک" کے قیام میں دلچسپی لیں اور اس سلسلہ میں ہدایات و معلومات کیلئے فوراً ملتان مرکز سے رابطہ قائم کریں۔

اظہار تعزیت

مجلس احرار اسلام حاصلپور کے سرگرم کارکن حاجی محمد اقبال بیگ کی دادی صاحبہ اور جواں سال بھائی محمد زاہد گذشتہ دنوں یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔

قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے

(ابوسفیان تائب)

ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام

حاصلپور

تحریر ڈاکٹر افضل اقبال
سابق سفیر پاکستان

اقبال اور قادیانیت

آج سے پچاس برس پہلے علامہ اقبال نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا MULSIMS: QADIANIS AND ORTHODOX اس مضمون کا محرک وہ دعوی تھا جس کی رو سے تمام عالم اسلاک کافر ٹھہرایا گیا تھا کہ قادیانیت کے مطابق ہر وہ مسلمان جو مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا کافر ہے

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
(ضرب کلیم)

اپنے ایک مضمون میں اقبال نے انگریزی میں امپریلزم کے مقاصد کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہندی مسلمان اپنی ہزار سالہ حکومت کے بعد ہندوستان میں شکست خوردہ تو ضرور ہے مگر اپنے دین سے منحرف نہیں اسے ایک خدا پر یقین ہے اور وہ ختم رسالت کے عقیدہ پر قائم ہے اور یہی دو ستون ہیں یعنی خدا کی وحدت اور محمد ﷺ کی ختم رسالت جس پر اسلام کی اساس قائم ہے اور جو امت مسلمہ کی وحدت کے ضامن ہیں۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو سیاسی شکست تو ضرور دی مگر انہیں مسلسل یہ خطرہ لاحق رہا کہ مسلمان اب تک اپنے دین پر قائم ہے بدیشی سامراج کے لئے پیہم خطرے کا باعث بنا رہے گا۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کے راستے میں سب سے بڑا کانٹا مسلمان ہی تھا اور یہ انگریزی سامراج کو ہمیشہ کھٹکتا رہا۔ چنانچہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک وفادار گھرانے کے چشم و چراغ کی بے حد حوصلہ افزائی کی گئی غلام احمد سیالکوٹ میں حکومت برطانیہ کا معمولی سا ملازم تھا۔ اقبال کا مولد بھی سیالکوٹ تھا۔ سرکار نے غلام احمد کی دامے درمے مدد کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسے جسارت ہوئی کہ کہ سرکار کی پشت پناہی میں نبوت کا دعوی کرے۔ اقبال پکار اٹھا

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز
(ضرب کلیم)

اقبال نے اپنے مضمون میں واضح کیا کہ قادیانیت کی غرض و غایت اسلام کی اخوت اور یک جہتی کو تباہ کرنا ہے مسلمانوں میں تفرقہ و تقسیم کی فضا کو ہوا دے کر غلامی کی ذہنیت کو محکم کرنا ہے تاکہ انگریز کو حکومت کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کو بدل ڈالا۔ اس کی تاویل یہ ہوئی کہ مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت کریں قرآن کے احکام کو ایک سازش کے تحت بری طرح مسخ کیا گیا تاکہ انگریز حاکم کا بھلا ہوسکے۔

اقبال کا رد عمل یہ تھا

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

اکتفا اس مشورے پر نہ کیا گیا بلکہ بانیٔ قادیانیت نے محکومیت کی تعلیم کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ عصر حاضر میں جہاد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اپنے مجموعہ کلام "در ثمین" میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

حضرت علامہ اقبال نے اس فتوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

فتوے ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر؟
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے در گزر؟

مگر حق سے کسے غرض تھی اور یورپ سے در گزر نہ کرتے تو آخر شاہ کے وظیفہ خوار مرتے کیا نہ کرتے؟

۱۰ جون ۱۹۲۶ء کو اقبال نے اپنے پہلے مضمون کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے روزنامہ سٹیٹسمین کو ایک طویل خط لکھا۔ اس خط میں انہوں نے کہا کہ آج تک اسلام کے کسی فرقے نے یہ جسارت نہیں کی کہ ختم نبوت سے انکار کرے یہ وہ حد ہے کہ جسے پار کرنے والا مسلمان بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں مسلمانوں کو پھٹے ہوئے دودھ کے نام سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ اس کے حواری شیر تازہ کے مانند ہیں مراد یہ ہے کہ تازہ دودھ اگر پھٹے دودھ میں ملے گا تو وہ بھی ناکارہ ہوجائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے حواریوں کے لئے مسلمان نہیں بلکہ احمدی کا نام انتخاب کیا اور ان کی مسلمانوں سے علیحدہ شخصیت قائم کی۔ قادیانی غیر قادیانی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ہر مسلمان ان کے نزدیک کافر ہے اس سے شادی بیاہ نہیں کرتے اس کے جنازے میں شامل نہیں ہوتے۔ مذہبی سماجی اور ملی امور میں تو وہ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے مگر سیاسی معاملوں میں مسلمانوں کا حصہ بنے تاکہ وہ تمام حقوق و مراعات سے فائدہ اٹھا سکیں جو مسلمانوں کا حق تھا یعنی اپنی معمولی تعداد کے باوجود ہندوستان میں مسلمانوں کا حصہ خورد برد کرتے رہے اور حکومت کے دائرہ اختیار میں شامل رہے انگریز حکومت نے ہر ممکن امداد کی چنانچہ سر ظفراللہ خان (مرزائی) کو مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے وائسرائے کی کونسل میں نامزد کیا گیا مسلمان ہزار چیخے چلائے مگر انگریز حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

ہندوؤں کو اقبال کا یہ تجزیہ پسند نہ آیا چنانچہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے کلکتہ کے ماڈرن ریویو میں اقبال کے

مضمون کو رد کرنے کیلئے تین مقالے لکھے ظاہر ہے کہ قادیانیت جو مسلمانوں کا قبلہ بدل کر ہندوستان (قادیان) کی طرف اس کا رخ پھیرنے پر تلی ہوئی تھی وہ نہ صرف انگریز بلکہ ہندو کو بھی بھلی لگتی تھی اور دونوں مل کر اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

نہرو کے تین مقالوں کے جواب میں اقبال نے ایک اور مضمون قادیانیت کے مسئلہ پر لکھا اور اپنا موقف پہلے سے بھی زیادہ زور سے دہرایا انہوں نے کہا کہ ہندی مسلمان حق بجانب ہیں کہ وہ ایک ایسی تحریک کو جو تمام عالم اسلام کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے اسے اسلام کی مجموعی حیات کیلئے اتنا ہی مہلک اور مضر سمجھیں جتنا کہ یہودی اپنے لئے سنپوزا کے فلسفہ کو مہلک سمجھتے ہیں ہر ہندی مسلمان منطق کے ذریعے نہیں بلکہ اضطراری طور پر اس خطرے کو محسوس کر رہا ہے کہ اس کی رگ جان پر حملہ ہو رہا ہے اسے اپنی زندگی کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہے وہ لوگ اس سلسلہ میں رواداری کا لفظ استعمال کرتے ہیں معاملہ کی اصلیت سنجیدگی اور نزاکت کو نہیں جانتے اقبال نے لکھا کہ معروف مورخ گبن کے قول کے مطابق فلسفی کی رواداری کا ثبوت یہ ہے کہ کہ وہ تمام مذاہب کو یکساں طور پر سچا سمجھتا ہے مؤرخ کی رواداری یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو باطل سمجھتا ہے اور سیاست دان کی رواداری یہ ہے کہ وہ سب ہی کو مفید مطلب قرار دیتا ہے اور انہیں اپنی مقصد براری کے لئے استعمال کرتا ہے اگر مسلمان کی رواداری سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی کمزوری ذلت اور رسوائی کو برداشت کرتا چلا جائے تو اقبال نے نہرو کو بتایا کہ ایسی رواداری مہمل اور بے معنی ہے معاملہ مسلمان کی موت اور زندگی کا ہے ان دشمنوں کو یہ کیسے اجازت دی جاسکتی ہے جو اسلام کے نام پر ہمارے گھروں میں گھس کر اسلام کی بنیادوں کو ہلادیں اور ہم کھڑے تماشا دیکھا کریں رواداری البتہ غیر مسلموں کے لیے صحیح ہے اسلام نے یہود نصاری زرتشتیوں وغیرہ کے ساتھ مثالی رواداری کا سلوک کیا ہے یہودی جب بھی یورپ کی کسی سلطنت سے نکالے گئے مسلمانوں نے انہیں پناہ دی ہے مگر یہ رواداری کا سلوک غداروں کے ساتھ کیسے روا رکھا جاسکتا ہے اقبال نے نہرو کو واضح الفاظ میں سمجھایا کہ کسی مسلمان کو رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی قبول نہیں۔ جب دین ہی مکمل ہو گیا تو پھر کسی نبی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے رموز خودی میں لکھتے ہیں۔

لانبی	بعدی	زاحسان	خدا	است
پردہ	ناموس	دین	مصطفےٰ	است
قوم	را	سرمایہ	قوت	ازو
حفظ	سر	وحدت	ملت	ازو

اقبال کا دعوی ہے کہ ختم رسالت اس امر کا اعلان ہے کہ بنی نوع انسان سن بلوغت کو پہنچ گئی ہے اور قرآن حکیم کے بعد کسی الہام کی ضرورت نہیں اب انسان اپنے فہم اور عقل و دانش کے بل بوتے پر زندگی کی راہ پر چلے گا۔

قرآن مجید خدا کی آخری کتاب ہے یہ اپنی صورت میں قائم ہے اور قائم رہے گی انسان کے لیے یہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے اس کی تشریح کی گنجائش ضرور ہے مگر اس کے محکمات سے کسی کو مجال انکار نہیں اور اس کے محکمات کا یہ بنیادی نکتہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ خدا کے آخری رسول ہیں۔

اقبال کے نزدیک قادیانیت کا مقصد ہندوستان کی غلامی کا الہامی جواز مہیا کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ حکمران کی اطاعت سکھانے کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ اگر جہاد ہی حرام ہے تو انگریز کو کس کی مزاحمت کا خطرہ ہے مرزا غلام احمد کے دماغ میں یہ بات آتی ہی نہیں تھی کہ ہندوستان میں انگریز کی حکومت ختم ہوجائے گی۔ وہ مراعات کی خاطر خوشی خوشی انگریز کا آلہ کار بنتا ہے اور اپنی وفاداری پر فرد انبساط کا اظہار کرتا ہے یہی وجہ تھی کہ تحریک پاکستان سے قادیانی الگ تھلگ رہے ان کی پہلی خارجی مشن وو کنگ انگریز کے ملک میں بنی اور آج بھی لندن میں ہی مرزا طاہر احمد کو پناہ ملی ہے۔

اقبال نے اپنی بصیرت کی بنا پر آج سے پچاس برس پہلے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک قوم قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ایران کے بہاء اللہ کو ایماندار سمجھتے ہیں کیونکہ اس نے برملا اسلام کی مخالفت کی ہے مگر مرزا غلام احمد منافق کا کردار ادا کررہا ہے اور اس کی قادیانیت کا وجود مسلمانوں کے لیے بہت بھاری خطرے کا حامل ہے قوم نے آخر ان کی آواز ۱۹۷۴ء میں سنی جب قادیانیوں کو ان کے اپنے قول اور دعوی کے مطابق مسلمانوں سے ایک الگ غیر مسلم طبقہ قرار دے دیا اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو اس فیصلہ کی تہہ دل سے تصدیق کرتے۔

ماخوذ روزنامہ نوائے وقت لاہور ص ۱۲، ۷ جون ۱۹۸۴ء

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!

ہم اگر اُن کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے آسانیاں پائیں گے،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ــــ؟

آپ کے عطیات: محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، دار بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک: اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

ابوسفیان تائب رحاصل پور

ہادیٔ عالم حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حقانیت

ٹامس کارلائل کی مشہور تصنیف "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" سے چند اقتباسات

مسیحی مصنف کا کھلا اعترافِ حقیقت

وجہ تخلیقِ کائنات ، رحمۃ للعٰلمین ، خاتم النبیین و خاتم المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے خلیل اور نوید مسیحا بن کر عالمِ رنگ و بو میں جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے بنی نوعِ انسان کو امن و آشتی اور فلاحِ دارین کا دائمی پیغام دیا۔ جبر و استبداد کے خونی پنجوں میں جکڑی ہوئی سسکتی و بلکتی انسانیت کو سکھ کا سانس نصیب ہوا۔

محسنِ انسانیت کفر و ضلالت کی سیاہ رات میں سپیدۂ سحر بن کر نمودار ہوئے اور آپ کی ردائے رحمت نے ابرِ کرم بن کر پورے عالم کو اپنے سایۂ عافیت سے ڈھانپ لیا۔ آپ قیامت تک کے لئے رحمت بن کر آئے ۔ کائنات کے ذرّے ذرّے نے محبوبِ خدا کی عظمتوں کا اعتراف کر لیا اور ہر مخلوق نے آپؐ کے سامنے جبینِ نیاز جھکائی۔ خدائے ذوالجلال نے آپ کا ذکر قیامت تک کے لئے بلند فرما دیا ——— وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ———

ابوجہل لعین قرابت دار ہوتے ہوئے بھی آپ کے دامنِ رحمت سے وابستہ نہ ہوا تو خدا نے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔ طائف کے سرداروں نے اگر یتیم مکہ کا مذاق اڑایا تو خدا نے ان کی نسلوں کو پیغمبر کی اطاعت کے لئے چن لیا۔ شفیق چچا ابوطالب اگر ایمان سے محروم رہے تو خالقِ ارض و سما نے اولادِ ابوطالب کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت کے ستارے بنا دیا۔ دنیا اور آخرت میں عزت و عظمت ، کامیابی اور بھلائی والا راستہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

والا راستہ ہے۔ آج سوا چودہ سو برس بعد بھی یورپی اقوام نے اپنی مادی ترقی کا راز اسلامی فکر سے ہی مستعار لیا ہے۔ فرانس اور اکریمیا (روس) کا انقلاب بھی اسلامی اخوت و مساوات کے نعروں کا محتاج ہے۔ تثلیث کے پجاریوں نے بھی پاپائیت کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے لوتھر اور کالون کی قیادت میں اسلامی تعلیمات ہی کو عیسائیت کا جامہ پہنایا۔ بہت سے مغربی مؤرخین نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھے رکھی اور وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم پاکیزہ اور نورانی شخصیت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ پرائیڈیو اور گروشس کی متعصبانہ نگاہیں اگر محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمس و قمر سے بھی زیادہ منور ذات والاصفات سے روشنی حاصل نہ کر سکیں تو ٹامس کارلائل کی نگاہیں انوارِ رسالت سے چمک اٹھیں اور اس نے رحمتِ دو عالم کی عظمتوں اور رفعتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی جبینِ نیاز محبوبِ خدا کے سامنے جھکا دی۔ عیسائیت پر قائم رہتے ہوئے عیسائیت کا مبلغ ٹامس کارلائل تاجدارِ دو عالم کے حضور کچھ اس انداز سے عقیدت کے پھول نچھاور کرتا ہے کہ اس کی تحریر پڑھ کر ہر مسلمان کی روح فرحت و انبساط سے جھوم اٹھتی ہے۔ مسیحیت کے اتنے بڑے معتقد اور اپنی قومی روایات کے اتنے بڑے پرستار کا ایک غیر مذہب اور غیر قوم کے پیغمبر کی روحانی عظمتوں کا سچا اور بے لاگ اعتراف دراصل ٹامس کارلائل کے معیارِ حق شناسی اور اس کے اخلاصِ قلب کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ کارلائل کی عظمت یہ ہے کہ اس میں اعترافِ حق کا حوصلہ ہے۔ اس نے داعیٔ اسلام پر عیسائیوں کے بعض بے جا اعتراضات کا جواب دے کر انتہائی خلوص و دردمندی سے پیغمبر آخرالزماں کا دفاع کیا ہے۔ کارلائل بقول کامپٹن رکٹ ایک مذہبی نقاد ہے جو بڑی شخصیتوں کے ساتھ اندھی عقیدتوں کا قائل نہیں۔ اس کا مسلک اور اس کا منتہا ایک سچی اور بے لاگ تحقیق ہے۔ اس لئے اس کی صداقت پسندی اور حق آگاہی قابلِ قدر ہے۔ گو کارلائل نے کچھ ایسی باتیں بھی لکھ دی ہیں جو کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں لیکن اس کے باوجود حق و صداقت کی جستجو میں سرگرداں کارلائل جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے طلسمی اثر میں اسیر ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ کارلائل کی شہرۂ آفاق کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" کے اقتباسات سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ وہ کچھ اس انداز سے رقمطراز ہے۔ جیسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو۔ اعلانِ نبوت سے پہلے ہادیٔ برحق کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کارلائل لکھتا ہے :-

"کالی آنکھوں والا صحرا کا یہ سپوت دنیاوی خواہشات کا غلام نہیں بنا ۔ اس کا مقصد کچھ اور تھا ۔ یہ وہ عظیم ہستی تھی جس میں خلوص کے سوا کوئی اور جذبہ تھا ہی نہیں ۔ فطرت نے خود اس کو خلوص کا سبق دینے کے لئے مقرر کیا تھا ۔ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دوسروں کے علم سے استفادہ کرتے ہیں ۔ وہ اپنی ذات میں تنہا کائنات کی سچائیوں کو اپنی روح میں جذب کئے ہوئے تھا ۔ فطرت کی ہیبت ناکیاں اور حیرت انگیزیاں روزِ روشن کی طرح اس پر عیاں تھیں ۔ سنی سنائی باتیں ان کو اس سے چھپا نہ سکتی تھیں ۔ یہ جذبہ خدائی جذبہ تھا دنیاوی نہ تھا ۔ اس کی آواز فطرت کے دل کی آواز تھی ۔ خلقِ خدا اس آواز سے اغماض نہ برت سکتی تھی اس آواز کے مقابلہ میں تمام آوازیں ہیچ تھیں ۔ نعرۂ حق بلند کرنے سے پہلے کئی ماہ و سال غارِ حرا میں گذر چکے تھے ۔ جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چین روح اپنے آپ سے سوالات پوچھتی رہی ۔۔۔۔ میں کیا ہوں ۔۔؟ یہ مہیب اور وسیع کائنات کیا ہے ؟ زندگی کیا ہے ؟ موت کیا ہے ؟ ایمان کس پر لایا جائے ؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟ غارِ حرا کے پتھروں نے اس کا جواب نہیں دیا ۔ چاند اور ستاروں نے بھی خاموشی اختیار کئے رکھی ۔ اس کا جواب اپنی ہی روح کی گہرائیوں سے مل سکتا تھا ۔ لیکن !! خدا کی مدد کے بغیر نہیں ۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہر ذی روح کو اپنے آپ سے پوچھنی چاہیں ۔ ان باتوں کا جواب یونان کے فلسفہ میں نہ تھا ، یہودیوں کی بے ربط روایات میں نہ تھا اور نہ ہی مکہ کے بت پرستوں کے پاس تھا"

آپ کے دعوائے نبوت پر مسیحی مصنف کے اعتراض کے جواب میں کارلائل کہتا ہے ۔!!
آپ کہتے ہیں ہوسِ اقتدار تھی ۔۔؟ میں کہتا ہوں تمام عرب اس شخص کو کیا دے سکتا تھا ؟ کیا ایران اور یونان کے تاج اس کی روح کو تسکین پہنچا سکتے تھے ۔؟ نہیں ۔۔ کوئی نہیں ۔ وہ اپنے سوالات کے جواب زمین والوں سے نہیں مانگتا تھا بلکہ اس کا مخاطب آسمان تھا ۔ زمین کی بادشاہتیں چند سالوں کے بعد کہاں ہوں گی ۔؟ ہمیں لازم ہے کہ ہوسِ اقتدار کے الزام سے باز آجائیں یہ ناقابلِ یقین ہے بلکہ ناقابلِ برداشت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

ماہ رمضان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں بیٹھا کرتے تھے، یہ عرب میں عام رسم تھی اور اچھی رسم تھی اور محمد کی طبیعت کے عین مطابق تھی۔ محمدؐ جب چالیسویں سال میں تھے اور حرا کی پہاڑی کے ایک غار میں مراقبے میں تھے تو ماہِ رمضان میں ایک روز خدیجہؓ کو بتایا کہ قدرت کاملہ نے ان کو راہِ ہدایت دکھا دی ہے۔ بتوں کی پوجا اور مروّجہ توہمات سب گمراہی ہیں۔ خدا ایک ہے اور وہ سب سے بڑا ہے وہ حقیقت ہے باقی سب وہم و گمان ہے۔ اس نے سب کو بنایا اور وہی سب کا پالنے والا ہے تمام کائنات اسی ذات کی مظہر ہے۔ ہمیں خدا کے حکم پر سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیئے اور اسی کا نام ہے "اسلام" ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کے آگے جھک جائیں اور چون وچرا نہ کریں۔ راضی برضا رہنا ہی اخلاقیات بلکہ عقل و فہم کا سب سے بلند درجہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے بہتر اخلاقیات کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سچا اور سیدھا راستہ کامیابی کا راستہ اس شخص کا ہے جو خالقِ حقیقی کے راستہ پر چلے۔ دنیاوی منفعت اور نقصان، عارضی مفادات کی طرف دھیان، سطحی اصولوں کی طرف میلان اس کا مطمحِ نظر نہ ہو۔ مرکزِ کائنات کی طرف اس کا رخ متعیّن ہو چکا ہو۔ اور اس کے سوا اس کو کہیں فلاح نظر نہ آتی ہو۔ یہی اسلام کی روح ہے۔ اسلام درحقیقت اپنے آپ کو فنا کر دینے کا نام ہے اور یہ سب سے اعلیٰ بصیرت ہے جو خدا کی طرف سے انسان کو دی گئی ہے اس عرب کی روح کو اسی بصیرت کی روشنی نے جگمگایا تھا۔ حرا کے اندھیرے میں اچانک سچائی کی چکاچوند روشنی جس کو محمدؐ نے وحی اور جبریل کا نام دیا۔ ہم میں سے کون ہے جو اس روشنی کی ماہیّت کو سمجھ سکتا ہے یا بیان کرسکتا ہے۔؟ خدا کی مدد کے بغیر روح کی تاریکی دور نہیں ہوا کرتی۔ سچائی کے قلب تک رسائی پیدا کرنا باطنی علم ہے عقل اس علم کے آگے لاچار ہے۔ اگر باطنی علم موتی ہے تو عقل اس کے سامنے یوں ہے جیسے پانی کی سطح پر بلبلا۔

کیا یقین کی پختگی معجزہ نہیں۔؟ نوولس کہتا ہے کہ پختگیٔ ایمان محمدؐ کی روح میں اس طرح کارفرما تھی جیسے بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور یہ سچ ہے قدرت نے محمدؐ کی روح کو

اندھیروں سے نکالا اور سچائی کا نور عطا کیا ۔ موت سے چھڑایا اور زندگی عطا کی ۔ اس سچائی کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا محمدؐ کا فرض عین تھا اور اسی سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ محمدؐ رَسُولُ اللّٰہِ کا کیا مطلب ہے اور یہ کلمۂ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں ۔

اسلام پر لگائے جانے والے ایک مشہور الزام کے جواب میں کارلائل لکھتا ہے :

اس بات کا بہت چرچا کیا گیا ہے کہ محمدؐ نے اپنا دین تلوار کے زور سے پھیلایا ۔ یہ درست ہے کہ عیسائی مذہب کا پرچار بہت پرامن طریق سے ہوا ۔ لیکن اگر آپ اس بات کو کسی مذہب کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار بنائیں تو یہ بات غلط ہے ۔ تلوار کہاں سے آئے گی ۔ ؟ جب بھی کوئی نظریہ دنیا میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کو پیش کرنے والا ساری دنیا کے مقابلہ میں تن تنہا ہوتا ہے ۔ صرف اسی ایک داعی کے سر میں اس نظریے کا سودا سمایا ہوا ہوتا ہے ۔ کیا وہ واحد شخص تلوار کے زور سے اس نظریے کو منوا سکتا ہے ؟ جب تک یہ نظریہ ذہنوں میں جاگزیں نہ ہو جائے ! تلوار کہاں سے آئے گی ۔ ؟

عیسائیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان طرازی کی تھی کہ نعوذ باللہ محمدؐ ایک جعلساز اور شعبدہ باز انسان ہیں ۔ کارلائل نے اس ہرزہ سرائی کا جواب بڑی دردمندی کے ساتھ اور ڈرامائی انداز میں دیا ہے ۔

" جعلساز اور شعبدہ باز ۔ ؟ نہیں ..... !! ہرگز نہیں ۔ یہ الوہیت کی آگ سے مشتعل ابلتا ہوا اور اپنے اندرونی جوش سے پیچ و تاب کھاتا ہوا عظیم دل جو خیالات کے ایک عظیم آتش دان کی مانند تھا کبھی بھی ایک شعبدہ باز نہیں ہو سکتا ۔ وہ حضورؐ کو کاذب بتانے والے لوگ ...... ! انکار اور تشکیک کے عہد کی پیداوار ہیں ، وہ افسوسناک ترین روحانی فالج کا شکار ہیں ۔ محض انسانی روح کی حیاتِ مُردہ ۔ محمدؐ کے متعلق آپ کچھ بھی کہیں لیکن آپ قطعاً نہیں کہہ سکتے کہ وہ نفسانی خواہشات رکھتے تھے ۔ اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے ۔ آپ نفسانی خواہشات کہتے ہیں ۔ ؟ میں کہتا ہوں کہ دنیاوی خواہشات نام کی کوئی چیز بھی ان میں نہیں پائی جاتی تھی ۔ ان کے گھر کا

ماحول نہایت سادہ تھا۔ کھانے میں جَو کی روٹی اور پانی، بعض اوقات مہینوں ان کے چولہے میں آگ تک نہیں جلتی تھی۔ مسلمانوں کو بجا طور پر فخر ہے کہ محمدؐ اپنے جوتے خود گانٹھ لیا کرتے تھے، اور کپڑوں کو پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ اگر محمدؐ کا کردار بلندی پر فائز نہ ہوتا تو ان کی قوم ان کو اس طرح دل و جان سے نہ چاہتی۔ تیئیس سال اس قوم سے ان کا واسطہ رہا۔ اس دوران فاقہ مستی اور مار پیٹ سے لے کر شدید جنگوں تک نوبت آئی۔ ان کی قوم نے قریب سے ان کا مشاہدہ کیا کوئی بات چھپی ہوئی نہ تھی۔ محمدؐ انہیں میں رہتے تھے اور انہیں کے سامنے روزمرہ کے کاروبار جوتے گانٹھنے سے لے کر سیاست دانی اور جنگ و جدال تک۔ یہاں تک کہ ہر رنگ میں لوگوں نے ان کو دیکھا۔ کسی شہنشاہ کی اتنی عزت نہیں ہوئی جتنی گدڑی میں لپٹے ہوئے اس شخص کی ہوئی۔ تیئیس سالہ دورِ نبوت ایک ہیرو HERO کی تمام صفات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ محمدؐ کا شراب کی حرمت کا اقدام مجھے بے حد پسند ہے وہ صحرائی پسماندہ معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر رہے تھے۔ ان کی شخصیت ایک کھلی کتاب تھی۔ غرور نام کو بھی نہ تھا لیکن (دنیا داروں کے سامنے) عاجزی اور فروتنی بھی نہ تھی۔ پیوند لگے کپڑوں میں وہ ایران و یونان کے بادشاہوں کو دو ٹوک الفاظ میں مخاطب کر کے ان کو خبردار کرتے ہیں کہ ان کے کیا فرائض ہیں۔ قبائلی ماحول میں زندگی اور موت کی کشمکش کے دوران سخت اقدامات بھی کرنے پڑے لیکن یہاں بھی انسانی ہمدردی اور بلند اخلاقی نمایاں نظر آتی ہے۔"

بہشت، دوزخ اور قیامت کے بارے میں کارلائل لکھتا ہے کہ .....!

یہ دوزخ جنت اور قیامت آخر کیا سبق سکھاتے ہیں۔؟ یہی نا۔! کہ انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ انسان جو کام کرتا ہے فطرت اس کا ایک ریکارڈ رکھ رہی ہے اور ہر شخص کے نیک اور بد اعمال اپنے منطقی انجام کو پہنچیں گے۔ انسان اپنے اچھے اعمال کی بدولت اعلیٰ ترین مقام یعنی بہشت حاصل کر سکتا ہے اور اپنے گناہوں کی بدولت اسفل ترین مقام یعنی دوزخ میں بھی گر سکتا ہے۔ سزا و جزا کا یہ تصوّر صحرا کے اس سپوت میں آگ کی بھٹی کی طرح دہک رہا تھا اور بجلی کی طرح رگ و پے میں دوڑ رہا تھا۔ شدّتِ احساس

لاوے کی طرح ابلتی اور رک رک کر خود کو الفاظ میں ڈھالتی تھی ۔ جنت اور دوزخ کا تصوّر اسی احساس کی ترجمانی کرتا ہے "خواہش کو محمدؐ نے بہشت کے قالب میں ڈھال لیا ہے لیکن یہ بہشت صرف نیک اعمال سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ بارہ سو (اب سوا چودہ سو) سال سے یہ مذہب بنی نوع انسان کی آبادی کے پانچویں (اب چوتھے یعنی دنیا کی پانچ ارب کل آبادی میں ایک ارب بیس کروڑ مسلمان ہیں) حصّے کے لئے مینارۂ نور بنا ہوا ہے ۔ اہم بات یہ ہے کہ اس مذہب (اسلام) کو لوگوں نے دل و جان سے اپنا لیا ہے مسلمان اس میں صرف اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرتے ہیں ۔ اب بھی رات کو قاہرہ کی گلیوں میں جب پہرے دار پکارتا ہے ! کون ہے ....؟ تو جواب میں لَآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کی آواز آتی ہے ۔ اسلام کے مبلغ اب بھی جوش و خروش سے غیر ممالک میں تبلیغ کرنے جاتے ہیں ۔ ان کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں ، اور بدی سے منع کرتے ہیں"

عربوں کے لئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اندھیری رات کے بعد طلوعِ سحر کی مانند تھی صحراؤں میں بھٹکتے ہوئے گڈریے دنیا کی نظروں سے اوجھل تھے ۔ اللہ نے ایک نبی ان میں بھیجا جس نے ان کو اللہ کا پیغام پہنچایا ۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ سوئی ہوئی بستی اچانک جاگ اٹھی جیسے بجلی کی کڑک نے ان کو اٹھایا ہو ۔ دنیا کی نظریں ان کی طرف اٹھنے لگیں ۔ ایک صدی گذری تھی کہ عرب ایک طرف گرینڈا کی دہلیز پر کھڑے تھے اور دوسری طرف دہلی کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے ۔ اور آنے والی صدیوں میں عرب دنیا کے ایک بڑے حصّے پر اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کی روشنی پھیلاتے رہے ۔ یہ سب عقیدے کی پختگی کا کرشمہ ہے ۔ اس عقیدے کی بدولت ایک قوم کی تاریخ کے باب روشن ہو گئے ۔ کیا اس کی مثال یوں نہیں .....! کہ عرب کے صحراؤں کی ریت مُردہ پڑی تھی اس پر ایک چنگاری گری اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ریت بارود بن گئی اور آسمان تک اس کی روشنی پہنچی ۔ میں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد یوں تھی جیسے آسمان سے بجلی گری ہو ۔ عرب قوم ایک ایندھن کا ڈھیر تھا جو آگ لگتے ہی روشنی دینے لگا"

یہ جذبات وخیالات ہیں ایک عیسائی مُصنف کے ، یہ اقرار ہے دینِ اسلام کی حقانیت کا جس کی پاکیزہ و نورانی تعلیمات سے عالَم کا گوشہ گوشہ چمک اُٹھا۔ یہ اقرار ہے خدا کے لاڈلے رسول رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں، عظمتوں اور سچائیوں کا جس نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا اللہ جلّ جلالہ نے مسلمانوں کو ایک ایسا دین عطا فرمایا جس کی سچائی کا اقرار غیروں نے بھی کیا .... مگر افسوس صد افسوس کہ آج کا مسلمان اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ کر ذلت و رسوائی کے اندھیرے گڑھوں میں گرتا چلا جا رہا ہے ۔ کاش ...! آج کا مسلمان ، نام کا مسلمان ، زبان کا مسلمان ۔ عمل کا مسلمان بن جائے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کو عملاً اپنی زندگی میں لے آئے تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت کو دوبارہ بحال فرما دے۔ آمین ثم آمین ۔

امیرِ شریعتؒ نمبر

قارئین نقیب ختم نبوت کے لیے خوشخبری

- حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اکتیسویں یوم وفات کے حوالہ سے "ادارۂ نقیب" **امیرِ شریعتؒ نمبر** شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ اگست کا شمارہ مضامین و مقالات و منظومات اور حضرت امیرِ شریعتؒ کے اقوال و احوال کا مجموعہ ہوگا۔
- اراکین احرار، متعلقینِ امیرِ شریعتؒ اور مضامین نگار حضرات سے **اپیل** ہے کہ ۲۰ جولائی تک اپنی نگارشات مُدیرِ نقیب کے نام ارسال فرمائیں۔

والسلام

مدیر نقیب ختم نبوت ،

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ۔ فون : ۴۲۸۱۳

ابو سفیان تائب

ماتم اور تعزیہ

(قرآن و حدیث اور اصحاب و اولاد رسول اقوال کی روشنی میں)

زمانۂ جاہلیت میں گمراہی کی تاریکی دنیا بھر میں عموماً اور عرب میں خصوصاً انتہا کو پہنچ چکی تھی اس زمانہ میں نہ صرف قتل و غارت عصمت فروشی و آبروریزی کا دور دورہ تھا بلکہ بہت سی قبیح چیزیں رسومات کی شکل میں مہذب و معزز خاندانوں میں بھی رائج ہو چکی تھیں ماتمی رسومات میں کسی شخص کی وفات پر پیشہ ور عورتوں کو بلایا جاتا جو میت پر مخصوص انداز میں واویلا کرتیں بالوں اور کپڑوں کو نوچتے ہوئے بلند آواز میں سوز و گداز کرتیں۔ چھاتی کوٹتیں تدفین کے بعد ایسی ہی عورتوں کو بلایا جاتا جو عرصہ دراز تک جس کی مدت ایک سال سے بھی زائد ہو سکتی ہے۔ میت کے گھر ماتم و نوحہ کے ذریعے اس کی یاد تازہ رکھتیں۔

لیکن جب فاران کی چوٹیوں سے اسلام کا سورج طلوع ہوا اور نبی کریم ﷺ کی نورانی و پاکیزہ تعلیمات سے تمام عالم کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ تو اس قسم کی تمام لغو و بیہودہ رسومات کو یکسر مٹادیا گیا۔ اسلام نے بتایا کہ کائنات ارضی میں کسی عظیم شخصیت کی یادگار، اعمال صالحہ کی پیروی اور اس کے مشن کو جاری رکھنے میں ہے نہ کہ ماتم و نوحہ کر کے بے صبری کا مظاہرہ کرنے میں چنانچہ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ صحابہ کرام اور اھلبیت (ازواج رسول) رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے خود رسالت مآب سیدنا و مولانا محمد مصطفی احمد مجتبی ﷺ کی وفات پر صبر و استقلال کا وہ عملی نمونہ پیش کیا جس کی نظیر پیش کرنا ناممکن ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات پر آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا

لولا انک امرتنا با الصبر و نھیتنا عن الجزع لنفذنا علیک ما الشؤن

اگر آپ ﷺ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم نہ فرمایا ہوتا اور ہمیں رونے پیٹنے سے نہ روکا ہوتا تو آج ہم آنسوؤں کے دریا بہا دیتے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اگرچہ ایک عظیم المیہ تھا لیکن وہ مسلمان جنھوں نے پیغمبر اسلام علیہ السلام اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین، سید الشہداء حمزہ، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کی شہادتوں پر صبر و قرار کا دامن انتہائی حوصلے سے تھامے رکھا تھا انہوں نے اس موقع پر بھی دامن صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ سیدنا حسینؓ کے صاحبزادے سیدنا زین العابدین اور آپکی اولاد نے اس موقع پر اور نہ ہی اس کے بعد کبھی سینہ کوبی کی اور نہ ہی سیدنا حسینؓ اور دیگر شہدائے کربلا کی یاد میں کبھی چند مخصوص دنوں میں ماتم و نوحہ کیا جس طرح کہ آج کل ہوتا ہے۔

یہ خلاف اسلام رسم کس نے ایجاد کی؟ اور اس بدعت سیئہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسم ایک عباسی خلیفہ کے شیعہ وزیر معز الدولہ الدیلمی نے ۳۵۲ھ میں شروع کی اس نے ۱۰

محرم یوم عاشورہ کو شہادت حسین منانے کیلئے مقرر کردیا اور اسی وزیر کے حکم سے اسی سن میں جامع مسجد بغداد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر (نعوذ باللہ) لعنت لکھی گئی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ۳۵۲ھ کے محرم کی دسویں تاریخ کو معز الدولہ نے حکم دیا کہ بازار بند رکھے جائیں اور عورتیں کھردرے بالوں کے کپڑے پہنیں اور بازاروں میں ننگے منہ، بکھرے بال، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اور حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا نوحہ کرتے ہوئے نکلیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۳)

ابن کثیر اور دوسرے سنی مؤرخین نے ہی نہیں بلکہ موجودہ صدی کے مشہور شیعہ مؤرخ سید امیر علی نے بھی لکھا ہے "معز الدولہ اگرچہ علم و ادب اور فنون کا مربی اور سرپرست تھا لیکن اپنی فطرت کے لحاظ سے نہایت ظالم تھا وہ شیعہ تھا اور اس نے سانحہ کربلا کی یاد میں دسویں محرم کو ماتم کا دن منانا شروع کیا تھا" شارٹ ہسٹری آف سیری سنز صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ لندن)

تاریخ کے ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ و ماتم کی یہ رسم بد جس کو آج دین کا ایک فریضہ سمجھا جاتا ہے اسلام کے ابتدائی دور میں اس کا وجود بالکل نہیں تھا۔ اگر دین اسلام سے اس کا کچھ بھی تعلق ہوتا تو معز الدولہ سے تین سو سال قبل کے زمانہ میں بھی اس کے کچھ اثرات ملتے چنانچہ علامہ ابن کثیر اسی نوحہ و ماتم کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں

لوکان هذا امرا محمودا لفعله خیر القرون

اگر یہ کام اچھا ہوتا تو خیر القرون میں اس کو ضرور کیا جاتا سلف و خلف کی ان تصریحات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ، ماتم، بین کرنے اور سینہ کوبی کرنے یا زنجیریں مارنے کا مذہب اسلام سے دور کا بھی کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے اگر اس کا اسلام سے ذرہ بھر بھی واسطہ ہوتا تو سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اور آئمہ اہل بیت میں سے ضرور کسی سے ثابت ہوتا اسلامی تعلیمات میں جناب رسالتماب حضرت محمد ﷺ سے لیکر ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان تک ہر ایک نے فرداً فرداً اس کی حرمت اور اس کا خلاف اسلام ہونا بیان کیا ہے اور ہر حال میں صبر و حوصلہ کی تلقین کی ہے۔ ماتم اور تعزیہ داری کے بارے میں روافض و شیعہ مذہب کے عقائد و خیالات جو کچھ بھی ہیں ان سے نہ کچھ بحث ہے اور نہ کوئی تعرض و تنقید کیونکہ "شیعہ مذہب" اسلام کے سراسر خلاف ایک الگ راستہ ہے جس سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ہے ہمیں تو محض برادران اہل سنت کی اصلاح خیال اور درستی اعمال مقصود ہے تاکہ مسلمان بھائی ان رسومات بد سے محفوظ رہ سکیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کرکے دنیا و آخرت میں کامیابی و سرخروئی حاصل کر سکیں۔

ہر مصیبت اور حادثہ پر حکم خداوندی قرآن پاک میں اللہ ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے

و استعینوا باالصبر و الصلوة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین

ترجمہ: اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں ہے دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے ان اللہ مع الصابرین بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک مقام پر فرمایا واللہ یحب الصبرین اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ کم و بیش ایک سو مقامات پر قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ موت اور مشکلات کے وقت حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو عمل احادیث میں نقل کیا گیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوجاتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر قدم پر حضور ﷺ کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس ﷺ فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے اور جب تک آندھی بند نہ ہوتی مسجد سے نہ نکلتے اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہوجاتا تو حضور ﷺ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کے بیٹے کا انتقال ہوگیا۔ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت واستعینوا بالصبر والصلوۃ تلاوت کی ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی۔ راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت واستعینوا بالصبر و الصلوۃ تلاوت فرمائی انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گرگئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں گرجاؤ (نماز میں مشغول ہوجاؤ) اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہوگا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔ یہ ہے پریشانی، مصیبت، حادثہ اور موت کے وقت انبیاء علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس لئے ہر مسلمان کے لئے نبی کریم ﷺ کا امتی اور صحابہ کرام کا پیروکار ہونے کی حیثیت سے ان ہی پاک ہستیوں کا اتباع لازم ہے۔

احادیث نبوی میں ماتم کی حرمت

لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعی بدعوی الجاھلیہ

جو شخص (مصیبت میں) چہرہ پر ہاتھ مار کر پیٹے اور کپڑے پھاڑے وہ میری امت میں سے نہیں (بخاری، مشکواۃ)

ماتم کرنے والے ملعون ہیں لعن رسول اللہ ﷺ النائحہ والمستمعہ (ابوداؤد) حضرت رسول اکرم ﷺ نے نوحہ ماتم اور سیاپا کرنے والوں اور سننے والوں پر لعنت کی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان

قالت ام حکیم بنت الحارث زوجتہ عکرمہ ابن ابی جھل ما ھذا المعروف الذی امرنا اللہ بہ ان لا نعصینک فیہ فقال النبی لا تطمئن و لا تخرقن و لا تسودن ثوبا و لا تدعون بالویل و الثبور

حضور اقدس ﷺ کی چچا زاد بہن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (سورۃ ممتحنہ) میں اللہ تعالی نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ معروف میں جناب کی نافرمانی نہ کریں۔ وہ معروف کیا چیز ہے؟ (جس میں جناب کی نافرمانی سخت گناہ ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس لفظ میں یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں کسی کی موت پر رخساروں پر نہ پیٹیں، چہرہ نہ نوچیں بالوں کو نہ نوچیں، گریبان نہ پھاڑیں، کپڑے کالے نہ کریں بین اور واویلا نہ کریں۔ (تفسیر قمی ص ۳۵۱ فروع کافی ۲/۲۲۸ حیات القلوب ص ۵۳۸)

آیت شریفہ کی وضاحت میں حضور ﷺ نے چھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ۱۔ کسی کی موت پر رخساروں کو پیٹنا ۲۔ چہرہ نوچنا ۳۔ بال نوچنا ۴۔ گریبان پھاڑنا ۵۔ کپڑے کالے کرنا ۶۔ بین واویلا کرنا۔ ان سب کو گناہ کبیرہ میں شامل کیا ہے۔ اوپر اسی آیت میں زناء کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ ماتم اور زنا حرمت میں دونوں برابر ہیں۔

نوحہ کرنے کا عبرت ناک انجام:

عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبتہ احباط بعملہ

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت پیٹنے سے مومن کے نیک اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔ (نہج البلاغہ ۲/۱۸۷ مطبوعہ مصر)

عورتوں کی ماتم کی مجالس میں شریک کرنے کا رسوا ترین انجام

عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم من اطاع امرأتہ اکبہ اللہ تعالی یوم القیمتہ علی وجھہ فی النار قیل ما تلک الاطاعتہ قال ان تطلب الذھاب الی العروسات و النیاحتہ و الثیاب الرقاق

امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی بیویوں اور دوسری عورتوں کو ماتم، سیاپا نوحہ کی مجالس میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور باریک کپڑے پہننے سے منع نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اوندھا ڈال کر کھینچ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (فروع کافی ۲/۲۲۲ مطبوعہ لکھنؤ)

حیات القلوب کے مصنف ملا باقر مجلسی نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہما نے حضور ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے بوقت وفات اپنی پیاری بیٹی کو وصیت فرمائی کہ اے فاطمہؓ جب میں مرجاؤں تو میری وفات پر اپنے چہرہ پر نہ پیٹنا، بالوں کو نہ بکھیرنا اور نہ نوچنا نوحہ و ماتم نہ کرنا اور نوحہ و ماتم کرنے والوں کو نہ بلانا۔ واویلا نہ کرنا اور اے فاطمہؓ صبر کرنا (حیات القلوب ۲/۵۳۸)

ماتم کرنے والوں کی شکلیں بدل جائیں گی

ترجمہ حدیث: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہؓ میں نے معراج کی رات ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جس کی شکل کتے کی تھی اور عذاب کے فرشتے اس کے پچھلے راستے سے آگ داخل کر رہے تھے اور آگ کے شعلے اس بے چاری کے منہ سے نکل رہے تھے اور فرشتے اس بد نصیب کو آہنی گرزوں کے ساتھ سر پر اور گردن پر زور زور سے

مار رہے تھے حضرت خاتون جنت نے اس خطرناک عذاب کا بیان سن کر نہایت بے قراری سے پوچھا کہ ابا جان یہ بدنصیب عورت کونسا گناہ کرتی رہتی تھی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت نوحہ کرتی رہتی تھی۔ (حیات القلوب جلد دوم کتاب المعراج ص ۳۱۵ مطبوعہ لکھنؤ)

مومنین کرام: عبرت کا مقام ہے رونے پیٹنے وغیرہ رسومات جاہلیت سے پیارے نبی کریم ﷺ کو دکھ پہنچتا ہے۔ لہذا ماتم جیسے حرام کاموں سے بچنا چاہیئے اور یہ آیت شریفہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی نافرمانی کر کے انہیں دکھ دیتے ہیں ان پر دونوں جہان میں لعنت برستی ہے۔ (سورہ احزاب)

سیدنا علیؓ کا سبق آموز فرمان:

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ فرمایا ہوتا تو آج ہم آنکھوں اور دماغ کا پانی رورو کر پیٹ پیٹ کر خشک کر دیتے۔ (نہج البلاغہ ۱/۴۹۱)

حضرت جعفر صادق اور حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسا سر کا تعلق ہے جسم کے ساتھ۔ جب جسم سے سر جدا ہو جائے تو جسم مر کر بے کار ہو جاتا ہے اسی طرح ماتم نوحہ کر کے بے صبری کرنے سے ایمان مر کر بے کار ہو جاتا ہے (نہج البلاغہ ۲/۱۶۰ اصول کافی کتاب الایمان والکفر)

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا واویلا کرنا، چیخنا، چہرہ اور سینہ پیٹنا، بال نوچنا بہت سخت بے صبری ہے اور جس شخص نے نوحہ، ماتم، سیاپا کرنے والوں کو بلایا اس نے دین اسلام کا راستہ چھوڑ کر گمراہی اور بے دینی کا راستہ اختیار کر لیا۔ اور جسنے صبر کیا اور اللہ کی تقدیر پر راضی ہو گیا اس نے اجر پایا اور جو شخص صبر نہ کرے گا اس کے عمل ضائع اور برباد ہو گئے۔ (حیات القلوب ۲/۸۰۳)

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج من الاسلام فرمایا کہ مصنوعی قبر یا روضہ کی شبیہہ تیار کرنا کفر ہے اور ایسا کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں یعنی تابوت، تعزیہ داری اس پر فاتحہ پڑھنا، مرثیہ کہنا، فریاد و نوحہ اور سینہ کوبی و ماتم سب ناجائز ہیں۔ کتاب السراج میں خطیب سے حدیث منقول ہے کہ فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ فریاد و نوحہ اور سینہ کوبی وغیرہ سب حرام ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص پچھاڑیں کھائیں یا بلند آواز سے روئے یا اپنا گریبان چاک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے نیز یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنا منہ پیٹا یا اپنا کپڑا پھاڑا یا جاہلیت والوں کی طرح واویلا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (رسالہ محرم ص ۵۵-۵۷)۔ (من لایحضرہ الفقیہ باب نوادر)

لہذا تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ قطعاً حرام اور باطل محض ہے اور اس میں تمام رسوم قبیح اور شدید ترین معصیت ہیں اور بے شمار وعیدیں احادیث صحیحہ میں موجود ہیں تو مسلمان مرد عورت اور بچوں کو اس قسم کے کافرانہ جلوسوں میں شریک ہونا یا مجالس میں جانا قطعاً ناجائز، حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔ یوم عاشور کو حضور ﷺ نے روزہ رکھا اور فرمایا کہ اگر اگلے سال میں زندہ رہا تو نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا اس دن کو سوگ کا دن قرار دینا قطعاً ناجائز ہے

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

مولانا
محمد عبد الحق چوہان

اسماعیلی عقائد و نظریات

ڈاکٹر احمد شبلی مصر کے علمی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک ممتاز خاندان کے چشم و چراغ ہیں انہوں نے ۱۹۳۹ء میں "جامعہ ازھر" سے امتیازی حیثیت سے تکمیل حاصل کی پھر "کیمبرج یونیورسٹی" سے "ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن" کے مقالہ پر انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل ہوئی۔ محمد حسین خان زبیری نے ڈاکٹر صاحب کے اسی مقالہ کا اردو ترجمہ کیا ہے جو کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان کی طرف سے "تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ" کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے زیر عنوان مصر کے اسماعیلی حکمرانوں کے وقت اسماعیلی مذہب کے طریقہ تعلیم اور ان کے مذہبی عقائد کو بیان کیا ہے۔ زیر نظر ہمارا یہ مضمون اسی تحریر کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اسماعیلیوں کے مذہبی عقائد بیان کرنے سے قبل ہم ان اسماعیلی حکمرانوں کے نسب اور اس مذہب کی وجہ تسمیہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں ان اسماعیلیوں نے پہلے شمالی افریقہ میں اپنے ایک داعی ابو عبد اللہ حسن بن احمد کے ذریعہ اپنی دعوت کا آغاز کر کے اسماعیلی سلطنت کی بنیاد رکھی اور بعد میں مصر پر قبضہ کیا اور قاہرہ کی بنیاد بھی انہی اسماعیلی حکمرانوں نے رکھی مصر کے ان حکمرانوں میں سے الحاسم بامر اللہ جو اس خاندان کا چھٹا فرماں روا تھا اور ۳۷۶ھ سے ۴۱۱ھ تک بر سر حکومت رہا علامہ سیوطی نے اس کو تاج الزنادقہ کا لقب دیا ہے اور مورخین کی تصریح کے مطابق فرعون کے بعد مصر کے تخت سلطنت پر حاکم سے بد تر کوئی فرماں روا نہیں بیٹھا اور اسی کے دور اقتدار میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بجائے بسم اللہ الحاکم الرحمن الرحیم لکھا جاتا تھا ۵۶۷ھ تک مصر میں یہ عبیدی بر سر اقتدار رہے مصر کے ان حکمرانوں کا یہ دعوی تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں وہ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے وصی حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے وصی ان کے فرزند حضرت علی جو کہ زین العابدین کے لقب سے معروف ہیں اور ان کے وصی حضرت محمد باقر رحمہ اللہ ہیں اور ان کے وصی ان کے فرزند حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ ہیں۔ اور ان کے وصی ان کے فرزند سید اسماعیل ہیں اور ان کے وصی انکے فرزند محمد مکتوم ہیں اور محمد کے وصی ان کے فرزند جعفر مصدق اور جعفر مصدق کا وصی اس کا بیٹا محمد حبیب ہے اور محمد حبیب کا وصی عبید اللہ المہدی ہے جو کہ اس سلطنت کا بانی ہے اس بناء پر ان کی حکومت کو مہدویہ، عبیدیہ، علویہ، فاطمیہ اور اسماعیلیہ کے عنوانات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اثنا عشری روافض یہ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق کا صاحبزادہ اسماعیل چونکہ اپنے والد کی زندگی میں فوت ہوگیا تھا اس لیے ان کا وصی ان کا دوسرا

صاحبزادہ موسی کاظم ہے اسمعیلی یہ کہتے ہیں کہ جعفر صادق کا بڑا بیٹا چونکہ اسمعیلی تھا اس لئے وصی بھی وہی تھا۔ اسی بناء پر ان کو اسماعیلی کہا جاتا ہے۔ علماء انساب کی تحقیق یہ ہے کہ اسماعیلیوں کا یہ دعوی غلط ہے کہ وہ حضرت جعفر صادق کے فرزند جناب اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل کا فرزند جناب محمد ہے اور ان کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی تو پھر ان لوگوں کا ان کے خاندان سے ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔

ان محمدا بن اسماعيل بن جعفر خرج من الدنيا لم يعقب وهذا شبی قد اتفق عليه النسابته (التبعير فی لدين ص۱۲۴)

تحقیق محمد بن اسماعیل نے دنیا سے اس حال میں کوچ کیا کہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی اور یہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے کہ علماء نسب کا اس پر اتفاق ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حکمران یہودی الاصل ہیں کیونکہ ان کا مورث اعلی عبد اللہ بن میمون القداح یہودی تھا۔ دین حق میں زندقہ الحاد اور تحریف کی آمیزش کرنے کیلئے اس نے منافقت کا لباس اختیار کرکے محبت اہل بیت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا اور اسی دعوت سے اس کا مقصود اپنے الحادی نظریات کی اشاعت و ترویج تھی۔

وكان حريصا على هدم الشريعته المحمديه لما ركب الله فی اليهود من عداوة الاسلام و اهله و البغضاء رسول اللهؐ فلم ير وجها يدخل به على الناس حتى يردهم عن الاسلام الطف من دعوته الى اهل بيت رسول اللهؐ (كشف اسرار الباطنيته ۱۹۷۔ ۱۹۸)

اور یہ شخص شریعت محمدیہ کے ختم کرنے کے درپے تھا اس بنا پر کہ یہود کے خمیر فطرۃ میں ہے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ بغض اور کینہ ودیعت کیا گیا ہے پھر اس نے اپنے مقصد کی برآری کیلئے کوئی ایسا حیلہ کارگر نہ دیکھا جو کہ لوگوں کو دین حق سے برگشتہ کرسکے سوائے اس کے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی محبت کی دعوۃ دینا شروع کی۔

چونکہ اس مذہب میں باطنیہ کی آمیزش بھی ہے اسلئے یہ مذہب اپنے دعاۃ اور شہروں کی نسبت سے مختلف عنوانات کی تعبیر کا حامل ہے۔

و يدعون فی مصر بالعبيديته نسبته الى عبيد المعروف و فی الشام بالنصيريه و الدروزيه، و التيامنته، و فی فلسطين بالبهائيته، و فی الهند بالبهرة و الاسماعيليه و فی اليمن باليامیته نستبہ الى القبيلته المعروفته و فی بلاد الاكراد بالعلويته حيث يقولون على هو الله تعالى عما يقولون و بلاد الاتراک بالبكراشيته و القزلباشيته (كشف اسرار الباطنيه ص۱۸۸)

مصر میں ان کو عبیدی کہا جاتا ہے مصر کے فرماں روا عبید اللہ کی نسبت کی وجہ سے اور شام میں نصیریہ اور

دروزی اور تیامنی کہا جاتا ہے۔ فلسطین میں بہائیہ کہا جاتا ہے اور برصغیر میں بوہری اور اسماعیلی کہا جاتا ہے اور یمن میں یامیہ کہا جاتا ہے اور یہ یمن کے ایک قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ کردوں میں علویہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی وہی اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ان کی یاوہ گوئی سے بہت ہی بلند ہے اور بلاد ترک میں بکداشیہ اور قزلباشی کہا جاتا ہے۔

جب اسماعیلیوں نے ۳۵۸ھ مطابق ۹۶۹ء کو مصر پر تسلط حاصل کرلیا تو انہوں نے تمام ملک میں اپنے عقائد کی اشاعت و ترویج کیلئے اس طرح کا طریقہ تعلیم وضع کیا کہ عوام کے سامنے تو صرف اپنے مذہب کے اصول بیان کرتے اور منتخب افراد کو مذہب کی باطنی تعلیم دی جاتی تھی ان کے مذہب کی بنیاد "نظریہ وصیت" پر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد اسکا جانشین ہوتا ہے اور وصی کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کے وصی حضرت علیؓ تھے اور یہ انتخاب بھی خدائے قدوس کی طرف سے ہوا تھا۔ اور اسی حکم کی تبلیغ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (المائدہ)

یعنی اے پیغمبر لوگوں میں اعلان کردو کہ دین اسلام کا وصی علی ہے۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم ﷺ "غدیر خم" کے مقام پر مقیم تھے اور ذوالحجہ کی ۱۸ تاریخ تھی چنانچہ آپ نے مجمع عام میں ولایت علی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" یہی "ولایت علی" نعمت ایزدی ہے اور تکمیل دین ہے۔ ان آیات کی وضاحت اور ان کے مصداق کے تعین میں روافض نے صراحتہ کذب بیانی اور دروغ گوئی کا ارتکاب کیا ہے پہلی آیت یعنی یا ایہا الرسول بلغ الخ۔ اس واقعہ سے بہت ہی پہلے نازل ہوچکی تھی بعض صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر قرآن مجید کی کونسی آیت کفار کی طرف سے زیادہ ایذارسانی کا سبب بنی ہے آپ نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ واقعہ بیان فرمایا کہ:

سئل رسول اللہ ای آیت انزلت من السماء اشد علیک؟ فقال کنت بمنی ایام موسم و اجتمع مشرکوا العرب و افناء الناس فی الموسم فانزل علی جبریل علیہ السلام فقال یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (الایت) قال! فقمت عند العقبہ فنادیت یا ایہا الناس من ینصرنی علی ان ابلغ رسالات ربی و لکم الجنتہ ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ و انا رسول اللہ الیکم تفلحوا و تنجحوا و لکم الجنتہ قال علیہ السلام فما بقی رجل و لا امراۃ و لا امتہ و لاصبی الا یرمون علی بالتراب و الحجارۃ و یقولون کذاب صابی (روح

المعانی ص۱۹۸ جلد۶)

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی آیت آپ پر زیادہ سخت نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا میں ایام حج میں منیٰ میں تھا عرب کے مشرکین اور لوگوں کی جماعتیں حج کی وجہ سے جمع تھیں اس وقت جبریل یہ آیت لیکر میرے پاس آیا۔ اے پیغمبر جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے یہ سب آپ لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں عقبہ کے قریب کھڑا ہو گیا اور یہ اعلان کیا اے لوگو! کون ہے جو اس بات پر میرے ساتھ تعاون کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں اور تمہارے لیے جنت ہو۔ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو اور میں تمہاری طرف اللہ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں۔ فلاح حاصل کرلو گے کامیاب ہوجاؤ گے اور تمہارے لئے جنت ہو گی۔ آپ نے فرمایا کوئی ایسا مرد، عورت، بچہ نہ تھا کہ جس نے مجھ پر پتھر اور مٹی نہ پھینکی ہو۔ اور کہنے لگے یہ بے دین جھوٹا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت رات کے وقت نازل ہوئی اس وقت صحابہؓ کی ایک جماعت آپ کی حفاظت کیلئے پہرہ داری پر متعین تھی اور یہ آیت نازل ہوئی جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت نبی کریم ﷺ نے پہرہ دینے والے صحابہ کو رخصت دیدی۔

و عن بعضهم ان الایتہ نزلت لیلا بناء علی ما اخرج عبد بن حمید و الترمذی و البیهقی و غیرهم عن عائشہ رضی الله عنها قالت کان النبیؐ یحرص حتی نزلت والله یعصمک من الناس فاخرج رأسہ من القبتہ فقال ایها الناس انصرفوا فقد عصمنی الله تعالی۔ (روح المعانی ص۱۹۹ جلد۶

اور بعض علماء سے منقول ہے کہ یہ آیت رات کے وقت نازل ہوئی تھی اس کی دلیل وہ روایت ہے جو کہ عبد بن حمید ترمذی اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے پہرہ دیا جاتا تھا تا آنکہ یہ آیت نازل ہوئی واللہ یعصمک من الناس اس وقت آپ نے خیمہ سے اپنا سر مبارک باہر نکالا اور پہرہ دینے والے صحابہ کو فرمایا کہ تم چلے جاؤ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔

اور بمطابق اصول "صاحب البیت ادری بما فیہ" حضرت علیؓ کے پوتے حضرت حسن مثنیٰ فرماتے ہیں کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے مراد اگر وصیت خلافت ہوتی تو پھر یہ الفاظ اس طرح نہ ہوتے بلکہ نبی کریم ﷺ صراحتاً فرماتے اے لوگو! علی میرے بعد اس امر کا متولی ہے اور میرے بعد تم پر یہی خلیفہ ہوگا پس سنو اور اطاعت کرو۔

عن الحسن المثنی بن الحسن السبط رضی الله تعالی عنهما انهم سئلوه عن هذا الخبر هل نص علی خلافتہ الامر کرم الله وجهہ؟ فقال لوکان النبیؐ اراد خلافتہ فقال ایها الناس هذا ولی امری و القائم علیکم بعدی فاسمعوا و اطیعوا ثم قال

الحسن اقسم باللہ سبحانہ ان اللہ تعالی و رسولہ لو آثرا علیا لاجل ھذا الامر و لم یقدم علی کرم اللہ تعالی وجہہ علیہ لکان اعظم الناس خطأ (روح المعانی ص۱۹۵ جلد۶)

حضرت حسن المثنی بن الحسن السبط رضی اللہ تعالی عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا یہ حدیث یعنی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی مراد اس قول سے اگر خلافت ہوتی تو آپ یوں فرماتے اے لوگو! یہ علی میرے امر کا متولی ہے اور میرے بعد تم پر یہی خلیفہ ہے پس سنو اور اطاعت کرو اس کے بعد حضرت حسن مثنی نے فرمایا کہ قسم بخدا تحقیق اللہ تعالی اور نبی کریم ﷺ حضرت علیؓ کو اگر خلافت بلافصل کیلئے منتخب کرتے اور حضرت علیؓ نے اسکے حصول کیلئے کوئی اقدام نہ کیا تو پھر سب سے زیادہ خطاکار خود حضرت علیؓ ہیں۔

اور حضرت علیؓ نے خود بھی روافض ملاحدہ کے اس نظریہ کی تردید کی ہے چنانچہ تاریخی روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا

ولو کان عندی عھد فی ذاک ماترکت اخا بنی تیم بن مرہ و عمر بن الخطاب یقومان علی منبرہ و لقاتلتھما بیدی و لو لم اجد الا بردی ھذا و لکن رسول اللہ ﷺ لم یقتل قتلا ولم یمت فجاۃ۔

مکث فی مرضہ ایاما و لیالی یاتیہ الموذن فیؤذنہ بالصلاۃ فیأمر ابابکر فیصلی بالناس وھو یری مکانی ثم یاتیہ المؤذن فیؤذنہ بالصلاۃ فیأمر ابابکر فیصلی بالناس و ھو یری مکانی و لقد ارادت امرئۃ من نسائہ ان تصرفہ عن ابی بکر فابی و غضب و قال انتن ھو احب یوسف مر و ابابکر یصلی بالناس (ابن عساکر بحوالہ تاریخ الخلفاء ص۱۱۹) (فصل فی نبذ من اخبار علی و قضایاہ و کلماتہ رضی اللہ عنہ)

اور خلافت کے متعلق میرے پاس نبی کریم ﷺ کا اگر کوئی حکم ہوتا تو پھر میں بنو تیم کے فرد یعنی ابوبکر اور عمر بن الخطاب کو کبھی نہ چھوڑتا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے منبر پر کھڑے ہوتے اور میں اپنے ہاتھ سے ان سے قتال کرتا اور اگر مجھے کوئی ہتھیار دستیاب نہ بھی ہوتا تب بھی میں اپنی اس چادر سے ان کو مارتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ شہید نہیں کئے گئے اور نہ ہی اچانک فوت ہوئے تھے کئی دن رات آپ بیمار رہے جس وقت آپ کے پاس موذن آتا اور آپ کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتا تو آپ ابوبکرؓ کو حکم فرماتے وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے حالانکہ آپ کو میرے موجود ہونے کا علم ہوتا تھا۔ اس کے بعد موذن آکر آپ کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتا آپ ابوبکر کو حکم فرماتے وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے حالانکہ آپ کو میری موجودگی کا علم ہوتا۔ آپ کی ازواج میں سے ایک عوت نے یہ ارادہ کیا کہ آپ ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم نہ کریں اس پر آپ نے

انکار کیا اور غضبناک ہوگئے اور فرمایا تم یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکر کو حکم کرو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

ان نقول سے یہ بات بداھتاً معلوم ہوگئی کہ آیت مذکورہ اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے نسبت کردہ اس قول "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کو حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور دوسری آیت یعنی الیوم اکملت لکم دینکم کے یہ تو غدیر خم کی تاریخ یعنی ۱۸ ذوالحجہ سے پہلے ۹ ذوالحجہ کو مقام عرفات میں نازل ہوچکی تھی لہذا اس کا تعلق بھی حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں۔

منصب امامت

اسماعیلیوں کے نزدیک امام کوئی معمولی انسان تصور نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی ذات میں ایک خاص اہلیت و استعداد ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ انبیاء کرام کے مراتب سے گذر کر خدا کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے امام کے حکم کی تعمیل اس طرح کرنی چاہیئے گویا وہ خدا کا حکم ہے امام خدا کا چہرہ ہیں۔ اور اسکے ہاتھ ہیں۔ امام نور ہوتے ہیں جو ان کے جانشینوں میں منتقل ہوجاتا ہے۔

الحادی نظریات کا ماخذ

اسماعیلیوں کے نزدیک قرآن وحدیث کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اور ایک باطنی۔ امام باطنی تفسیر بیان کرنے کیلئے مبعوث کئے جاتے ہیں اسماعیلی اپنے اسی عقیدہ کی بنیاد پر ہر الحادی نظریہ قرآن مجید سے اخذ کرتے ہیں اسی اصول کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت "ولقد آتیناک سبعا من المثانی" سے مراد سات امام ہیں اور آیت "ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا" سے مراد یہ ہے کہ جب ایک امام کی وفات ہوجاتی ہے تو اس ہی جیسا یا اس سے بہتر امامت پر مقرر کیا جاتا ہے۔

اسماعیلی نظریات کی اشاعت کے ذرائع ابلاغ

زمانہ قدیم میں نشر و اشاعت کیلئے موجودہ ذرائع ابلاغ مفقود تھے اس وقت معاشرہ میں شعراء کے کلام کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی اسلئے ملک میں شعراء کے کلام کی زیادہ اشاعت ہوتی تھی اسلئے اسماعیلیوں نے اپنے خاص شعراء کے ذریعہ اپنے عقائد کی اشاعت کی۔

و ان الذی سماک خیر خلیفة — لمجری القضاء الحتم حیث ترید
وہ جس نے تمہیں بہتر خلیفہ بنایا ہے — تقدیر کو تمہاری مرضی کے مطابق ڈھالتا ہے

امام رائیت الدین مرتبطا بہ — فطاعتہ فوز و عصیانہ خسر
میں دیکھتا ہوں کہ دین اس امام سے وابستہ ہے — اسکی اطاعت نجات ہے اور اسکی نافرمانی بربادی ہے

ماشئت لا ماشئت الاقدار — فاحکم فانت الواحد القھار
وہ ہوا جو تم نے چاہا وہ نہیں ہوا جو تقدیر کا حکم تھا — اب تم ہی فیصلہ کرو کہ تم ہی یکتا اور قادر مطلق ہو

شھدت بانک وجہ اللہ — وجوہ الموالی بہ ناضرہ
میں شہادت دیتا ہوں کہ تو وجہ اللہ ہے — تیرے ہی چہرہ سے تیرے غلاموں کے چہرے تروتازہ ہیں

و ملوک من فوق الثری عبد انہ ملک ملائکتہ السماء جنودہ
اور دنیا کے بادشاہ اس کے غلام ہیں وہ ایسا بادشاہ ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کا لشکر ہیں
قاطبتہ من عرب و من عجم مفروضتہ طاعتہم علی الامم
تمام کے تمام خواہ عرب ہوں خواہ عجم ان کی اطاعت تمام پر فرض ہے
و انت المعاقب اہل العقاب و انت المثیب لاہل الثواب
اور تو ہی عذاب کے مستحقین کو عذاب دے گا اور تو ہی جو نیکوں کو ثواب دے گا

یہ ہیں چند ملحدانہ نظریات بطور "مشت نمونہ از خروارے"

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ نسئل اللہ السلامتہ من جمیع الاھواء والبدع و لزوم السنتہ و الجماعتہ مع حسن الخاتمہ برحمتہ انہ جواد کریم و الحمد للہ کثیرا دائما و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ المطہرات (آمین)

اظہارِ تعزیت

گذشتہ دنوں :-

- ممتاز عالم دین مولانا محمد سلیمان طارق انتقال فرما گئے۔
- بھوئی گاڑ ضلع اٹک کی ممتاز دینی شخصیت مولانا حکیم احمد حسن قریشی رحلت فرما گئے ، آپ مولانا حسین احمد قریشی کے برادر بزرگ تھے۔
- حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے معالج اور ممتاز طبیب حضرت حکیم محمد حنیف اللہ مدظلہ، کی بھاوج اور جناب مسعود اختر، محمود اختر اور حسنین اختر ایڈووکیٹ کی والدہ ماجدہ ۳۰ر جون کو ملتان میں انتقال فرما گئیں۔
- دفتر نقیب ختم نبوت کے منتظم محمد یوسف شاد کی چچازاد بہن ام عبدالرحمٰن ۲۲ر جون کو وفات پا گئیں۔

ادارہ ان سب مرحومین کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا گو ہے ، اور ان کے جملہ ورثاء متعلقین کے صدمہ وغم میں شریک ہے ۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لئے دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں!

اِسلام کے نامور سپوت، تحریکِ آزادی کے عظیم مجاہد، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃُ اللہِ علیہ

سوانح و افکار ● احوال و آثار ● سیرت و کردار ● بے مثال جدّوجہد ● شہادت

نوجوان محقق محمد عمر فاروق کے قلم سے ـــــ ایک تاریخی دستاویز !

◆ (یہ کتاب) ناظرین کے لئے جہادِ زندگانی میں عمل بعزیمت و استقامت کے لئے ایک روشن مینار ثابت ہو گی۔
(شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ ـــــ کندیاں شریف)

◆ اس میں پورے عہد کی تاریخ اپنا جزو و مدّ ظاہر کرتی ہے اور مولانا گل شیر کا جلال و جمال ملتا ہے۔ یہ کتاب ہمیں مولانا شہیدؒ سے ایک طویل اور محبت سے لبریز ملاقات کراتی ہے (ڈاکٹر انور سدید۔۔۔ مدیر "قومی ڈائجسٹ" لاہور)

◆ حضرت مولانا گل شیر خاں ملتِ اسلامیہ کے عظیم اور فصاحت و بلاغت کا سمندر بے پایاں تھے جنہیں کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں شہید کر دیا گیا محمد عمر فاروق کی یہ کوشش ایک بہت وقیع، قابل قدر اور مفید کام ہے۔
(ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔۔۔ صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

نایاب اخباری و سرکاری ریکارڈ سے ماخوذ دستاویزات ● مولانا شہیدؒ کی ذاتی ڈائری سے اہم اقتباسات۔
● نادر و نایاب تصاویر ● مکاتیب و عکس تحریر ● تاریخی اہمیت کی حامل نظمیں ● پچیس نامور شخصیات کا خراجِ تحسین
● منظوم خراجِ عقیدت ـــــ اور ہندوستان میں انگریزی راج کے پشتینی وفاداروں کی ملاقاتی سازشیں، جاگیردار سفاکیوں کی لرزہ خیز شہادتیں، سامراجی آقاؤں سے اعزازات، اسناد، خطابات، نذرانے اور زمینیں کس کس نے کب، کیوں اور کیسے حاصل کیں؟ مجاہدینِ آزادی کی خونچکاں سرگذشت، تاریخ کے سربستہ راز اور ان کہی کہانیاں ۔۔۔۔ پہلی دفعہ منظرِ عام پر ! ـــــ ☐ مؤلف کی دس سالہ محنت کا نچوڑ اور ربع صدی پر مشتمل کاروانِ احرار کے اہم ترین دور کی مکمل سرگذشت ☐ سینکڑوں عنوانوں کے گرد گھومتی کہانی۔

صفحات ۲۵۰ سے زائد / کمپیوٹر کتابت / خوبصورت سرورق / مجلد / اعلیٰ طباعت /

جولائی ۹۲ء میں شائع ہو رہی ہے۔ !

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

عبدالستار جھنگوی
استاد مدرسہ معمورہ ملتان

امیر المؤمنین، خلیفہ راشد
داماد علیؓ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

فضائل

حضرت حذیفہؓ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اطراف ممالک میں چند افراد بھیج دوں جو لوگوں کو دین کے فرائض اور سُنتیں سکھائیں۔ جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے کہ کسی نے کہا آپ اس کام کے لئے ابوبکرؓ و عمرؓ کو کیوں نہیں بھیج دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان سے تو ہر وقت کام رہتا ہے اور بے شک وہ دونوں دین اسلام کے لئے مثل کان اور آنکھ کے ہیں پھر وہ کس طرح مجھ سے جُدا ہوسکتے ہیں۔ (حاکم، ازالۃ الخفاء)

حضرت شفیق کا بیان ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت حذیفہؓ بن یمان سے سُنا کہ ہم سیدنا عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا تم میں سے کس کو فتنے کے متعلق نبی کی حدیث یاد ہے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں، میں نے کہا السان کا فتنہ اس کے اہل و عیال اور مال ہے۔ ان سب کا کفارہ نماز اور صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہوجاتا ہے۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا میں تم سے یہ فتنہ نہیں پوچھتا، بلکہ وہ فتنہ جو دریا کی طرح موجزن ہوگا حضرت حذیفہؓ نے کہا امیر المؤمنین آپ کو اس فتنہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے۔ سیدنا عمرؓ نے دریافت کیا وہ دروزہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کھولا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ ٹوٹ کر کبھی بند نہ ہوگا حضرت حذیفہؓ نے کہا ہاں بے شک ایسا ہی ہوگا۔ شقیق کہتے ہیں ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ عمرؓ جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے انہوں نے جواب دیا ہاں! خوب جانتے تھے جیسا کہا میں جانتا ہوں کہ کل دن کے بعد رات ہوئی ہے بعد میں حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا گیا کہ دروازہ کون تھا انہوں نے جواب دیا حضرت عمرؓ ہی دروزہ تھے (بخاری، مسلم) یعنی آپؓ کے رخصت ہوتے ہی فتنے کے دروازے کھل گئے۔

اسلام کا قلعہ

حضرت زید بن وہبؓ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت ایک آیت پڑھنے کے لئے گیا انہوں نے مجھے وہ آیت کسی دوسری طرز پر پڑھائی میں نے عرض کی۔ عمرؓ نے تو یہ آیت اس، اس طرح پڑھائی تھی۔ عبداللہ بن مسعودؓ عمرؓ کو یاد کر کے رونے لگے اور فرمایا اسی طرح پڑھا کرو جس طرح عمرؓ پڑھا گئے عمرؓ تو اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے کہ لوگ اس میں داخل ہوسکتے تھے مگر نکل نہ سکتے تھے جب وہ قتل کردیئے گئے تو وہ قلعہ ٹوٹ گیا اب لوگ اسلام سے نکل سکتے ہیں۔

بصیرت!

نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب بھی کبھی کسی اہم مسئلے میں خیال آرائیاں شروع ہوتی تو آخر کار سیدنا عمرؓ کی رائے سب پر سبقت لے جاتی اور وحی الہیٰ اس رائے کی تصدیق کرتی۔ چنانچہ جب آپؓ نے امہات المومنینؓ کے لئے پردے کی بات کی تو سیدہ زینبؓ نے فرمایا کہ ابنِ خطاب نے اب ہم پر بھی حکمرانی شروع کردی ہے۔ حالانکہ ہمارا گھر وحی کا مہبط ہے اور

واذا سالتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب،

(اگر تمہیں ازواج مطہراتؓ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو آمنے سامنے نہیں بلکہ پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے طلب کرو) حمید بن انس نے سیدنا عمرؓ کا قول نقل کیا ہے۔ تین کاموں میں میری سوچ عین منشائے خداوندی کے مطابق ثابت ہوئی۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مقام ابراھیم پہ دو رکعت نماز ادا کروں تو تھوڑی دیر کے بعد واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی آیت نازل ہوئی پھر میں نے ہی سرور دو جہاں ﷺ سے عرض کیا کہ ازواج مطہراتؓ کو پردے میں رہنا چاہیے اس لئے کہ ان مخدرات عصمت کی خدمت میں اچھے بُرے سب ہی طرح کے لوگ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ واذا سالتموھن ایک اور موقعہ پر جب ازواج مطہرات نے نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا تو میں نے صورت حال سے باخبر ہونے کے بعد ازواج مطہرات سے یہ الفاظ کہے۔ اگر آنحضرت ﷺ نے تمہیں چھوڑ دیا تو عنقریب اللہ پاک تمہارے علاوہ تم سے بہتر بیویاں حضور ﷺ کی زوجیت میں داخل کردے گا تو

عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجاً خیراً منکن

یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر آنحضرت ﷺ نے تمہیں چھوڑ دیا تو عنقریب حضور ﷺ کا پروردگار تمہارے علاوہ بہتر بیویاں آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں داخل کرے گا۔۔۔

حسن روایت:

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پہ لیٹے ہوئے تھے اور چٹائی پہ کوئی بستر نہ تھا جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے پہلو پہ نشان پڑ چکے تھے آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول دعا فرمایئے کہ اللہ پاک آپ ﷺ کی اُمت کو فراخی عطا فرمائے فارس و روم کے لوگ خوشحال بنائے گئے ہیں حالانکہ وہ عبادت نہیں کرتے آپ ﷺ نے فرمایا خطاب کے بیٹے کیا ابھی تو اسی خیال میں ہے کیا تو اس پر راضی نہیں کہ انہیں دُنیا ملے اور ہمیں آخرت (بخاری مسلم) آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ پر بھروسہ کرو جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو ایسا رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کے لوٹتے ہیں (ترمذی)

جب حضرت سعدؓ کو سپہ سالار بنا کر عراق روانہ کیا تو آپؓ نے فرمایا۔ اے سعد کہیں اس بات سے دھوکا نہ کھانا کہ تم رسول اللہ کے ماموں اور صحابی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ اللہ کے ہاں نسب نام کی کوئی چیز نہیں۔ اطاعت خداوندی کام آتی ہے۔ نبی علیہ السلام کے طریقہ پر نگاہ رکھو جو وقت

بعثت سے زمانہ وفات تک انہوں نے قائم رکھا۔ یہ میری نصیحت ہے اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور منہ موڑا تو تمہارے اعمال بیکار ہیں۔

اقوال زریں

فرماتے تھے تین باتیں بڑی مصیبت ہیں۔ *وہ پڑوسی جو بھلائی دیکھے تو کسی سے نہ کہے اور برائی دیکھے تو کہتا پھرے *وہ عورت کہ اگر تم اس کے پاس جاؤ تو زبان خوب چلائے اور اگر تم اس کے پاس نہ رہو تب بھی اس کی زبان سے بے خوف نہ رہو *وہ بادشاہ کہ اگر تم اس کے ساتھ نیکی کرو تو تعریف نہ کرے اور اگر برائی کرو تو قتل کردے۔
آپ فرمایا کرتے تھے
*احکام الٰہی کو وہی قائم رکھ سکتا ہے جو شکم سیر نہیں ہوتا اور نہ خواہشات کا اتباع کرتا ہے *بغیر ذکر الٰہی کے زیادہ نہ بولو، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ سے دور ہوتے ہیں۔ *جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۲۱)

کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے اس محرم میں گنجائش کے مطابق وسعت سے کھانا پکائے، روزہ رکھے، عبادت کرے۔ ماہ محرم الحرام میں شادی بیاہ کرنا بلاشک جائز ہے شریعت میں اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان ناجائز اور حرام کاموں سے بچنے کی توفیق دے اور حضور نبی اکرم ﷺ اور ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

(بقیہ از صفحہ ۱۴)

پھر حکومت کے غنڈوں نے اس فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں گرفتار کرلیا۔ آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ انہیں کہاں لیجایا گیا؟ کیا وہ زندہ ہیں یا شہید کردیئے گئے ہیں؟ اب ہم تمام باضمیر انسانوں سے خاص طور پر ان حضرات سے جو انقلاب ایران کی محبت اور حمایت کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں یہ سوال کرتے ہیں کہ بتائیے؛ ایران میں اہلسنت کے عظیم پیشوا کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا؟

(بقیہ از صفحہ ۱۶)

"جشن آزادی" کے بعد بھی یہ گدھے اسی طرح بوجھ اٹھاتے ہیں جس طرح کل اٹھائے پھرتے تھے۔ یہ گدھے جو کل بھی گدھے تھے اور آج بھی گدھے ہی کہتے ہیں۔ کہ ہم اس وقت بیدار ہوں گے جب "دجال" گدھے پر سوار ہوکر آئے گا۔ یہ گدھے۔ کسی کے منتظر ہیں لیکن بیدار ہوکر یہ گدھے نہیں رہیں گے بلکہ انسان بن جائیں گے۔!

شاہ بلیغ الدین (کراچی)
صدر سیرت فاؤنڈیشن ٹرسٹ
سابق رکن قومی اسمبلی

جمعہ کا دوسرا خطبہ

(تاریخی شعور کا تقاضا)

خطبۂ جمعہ کے سلسلے میں نہ جانے کیوں ہم سے ایک غفلت ہو رہی ہے ایک طرف تو ہم حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے طلبگار رہتے ہیں تو دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے کہ اولاد رسول اکرم ﷺ کے بارے میں دشمنوں کے پروپیگنڈے میں آکر ہم نہ صرف نبی زادیوں کی صحیح تعداد بتانے سے کتراتے ہیں بلکہ آپکی اولاد میں فرق اور امتیاز بھی روا رکھتے ہیں خود گنہگار ہونے کے ساتھ ساتھ ہم اپنی نئی نسل کو بھی اولاد رسول کے بارے میں بلاوجہ شک میں مبتلا کر رہے ہیں ادھر دشمنان اولاد رسول کا یہ حال ہے کہ بچوں کی نصاب کی کتابوں میں جھوٹی باتیں لکھواتے اور حکومت کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ ان کا پرانا حربہ ہے اس کا بہترین توڑ جمعہ کا خطبہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے زمانے میں جب سید برادران (حسن علی اور حسین علی) حکومت پر چھائے ہوئے تھے تو انہوں نے جمعے کے خطبے میں صرف ایک صاحبزادی کا نام لینے کی پابندی لگا کر ڈنڈے کے زور سے اس پر عمل کروایا۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اولاد صرف آپ ﷺ کی دو بیویوں سے ہوئی ایک ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ ہیں اور دوسری ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہؓ۔ جن کے بطن سے مدینے میں صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کی اولاد کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ حضرت قاسمؓ (بچپن میں فوت ہو گئے) ۲۔ حضرت زینبؓ ۳۔ حضرت رقیہؓ ۴۔ حضرت فاطمہؓ ۵۔ حضرت ام کلثومؓ ۶۔ حضرت عبد اللہ (بچپن میں فوت ہوئے) طبقات ابن سعد، جمھرۃ الانساب العرب اور جوامع سیرۃ (ابن حزم) میں یہی ترتیب ملتی ہے اور اسی ترتیب سے صاحبزادیوں کی شادیاں بھی ہوئیں ہیں۔ سورۃ احزاب کی آیت انسٹھ میں جہاں اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادیوں کا ذکر آیا ہے وہاں لفظ "بنتک" استعمال ہوا ہے جسکا مطلب ہے کہ دو سے زیادہ "بیٹیاں"۔ اسکے بعد بھی کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں تو وہ اللہ اسکے رسول اور تمام امت مسلمہ کا مجرم ہے نبی زادیوں کے نسب کو جھٹلانے والا مفسد دوزخی ہی ہوسکتا ہے اسکے علاوہ اسکا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے اگر بات فضیلت ہی کی ہے تو پھر حضرت زینبؓ کے بارے "افضل بناتی" کے ارشاد سے کیوں صرف نظر کیا جاتا ہے کیا ذو ہجرتین ہونا فضیلت نہیں؟ ہم سیدہ رقیہؓ کی اس فضیلت کو چھپانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ افسوس اس امر کا ہے کہ کچھ لوگ جو تاریخی شعور سے محروم ہیں وہ اسی پر بضد ہیں کہ ان کی بات اوپر رہے۔

چاہے تاریخی حقیقتیں جھٹلادی جائیں ہربات کی پرسش کرنے والا کیا اس بات کی پرسش نہ کرے گا محدثین صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ہی نہیں بلکہ کوئی محدث ایسا نہیں ملتا جس نے چار صاحبزادیوں کے اسمائے مبارک نہ دئیے ہوں اصحاب الرجال اور مؤرخین میں بھی سب کے پاس چار صاحبزادیوں کا تذکرہ ہے۔ جس کا جی چاہے انساب الاشراف، المعارف، المحبّر مروج الذہب، زاد المعاد، المواہب الدنیہ، الوفا، البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، زرقانی، ابوالفدا، تاریخ یعقوبی، ابن اثیر، ابن خلدون، سہیلی، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، تنبیہہ واشراف اٹھا کر دیکھ لے یہ فہرست بڑی طویل ہے صرف اس خیال سے کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو ان کتابوں کو بھی اٹھا کر دیکھ لیجئے جو اہل رفض کے پاس معتبر اور مستند ہیں ان میں بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے رسول اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا ذکر ہے اصول کافی، نہج البلاغہ حیات القلوب، تنقیح المقال اعلام الوری (طبرسی) کشف الغمہ، منتہی الامال (عباس قمی) انکے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں جنکا تذکرہ طوالت کا موجب ہوگا۔ عہد حاضر کے محققین میں جسٹس امیر علی اور طہ حسین بھی چاروں صاحبزادیوں کا تذکرہ کرتے ہیں کچھ کتابیں ایسی بھی ہیں جنکے بعد کے ایڈیشن بدل دیئے گئے۔ جیسے تحفتہ العوام مکتبہ نظامی پریس سے جب یہ کتاب لکھنؤ میں چھپی تو اس کے کچھ الفاظ تبدیل کردیئے گئے تھے۔ لاہور سے طبع ہوئی تو تین صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی اور تفصیلات کو متن سے خارج کرنے کی خباثت کا ارتکاب کیا گیا۔ اس کی تازہ ترین مثال کراچی سے چھپنے والا مروج الذہب کا ترجمہ ہے۔ اس کی دو جلدیں چھپی ہیں۔ جلد اول میں حصہ اول اور حصہ دوم ہے جصہ دوم کے صفحات ۲۲۳ ہیں اور ۲۲۴ پر حضور اکرم ﷺ کی اولاد کے زیر عنوان خط کشیدہ سطریں ملاحظہ کیجئے یہ عربی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں ہے بلکہ اسے مسخ کیا گیا ہے

رسول اللہ ﷺ کی اولاد

ابراہیم کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی۔ ان میں قاسم سب سے بڑے تھے جو صغر سنی ہی میں وفات پاگئے تھے ان کے علاوہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ بھی آپ کی بیٹیاں تھیں جن سے حضرت عثمانؓ بن عفان نے یکے بعد دیگرے شادی کی تھی لیکن وہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہروں عتبہ اور عتیبہ کے صلب سے تھیں جو دونوں ابی لہب کے بیٹے تھے وہ ان سے طلاق کے بعد آپ کے نکاح میں آئی تھیں ان کی ایک بیٹی زینبؓ بھی تھیں جو ظہور اسلام سے قبل ابوالعاص ابن ربیع کی بیوی تھیں اور وہ بھی حضرت خدیجہؓ کے ایک پہلے شوہر سے تھیں جو ان کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ ابوالعاص بن ربیع اور زینبؓ میں مفارقت کیوجہ اول الذکر کا اسلام نہ لانا او آخر الذکر کا اسلام قبول کرنا تھی۔ البتہ یہ بات اہل علم کے نزدیک متنازعہ

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی العاص کے اسلام لانے کے بعد ان سے زینبؓ کا نکاح کر کے یا پہلے ہی نکاح کے تحت ان کی زوجیت میں رہنے دیا تھا یا نہیں؟ ابوالعاص کی ایک بیٹی امامہ بھی تھیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا۔

عتبہ اور عتیبہ (ع ت ی ب ہ) دونوں ابولہب کے بیٹے تھے ان سے حضرت زینبؓ بنت رسول اکرم ﷺ اور حضرت رقیہؓ بنت رسول اکرم ﷺ کے نکاح کی روایتیں ملتیں ہیں حضرت خدیجہؓ کی ان دونوں سے یکے بعد دیگرے شادی کا افسانہ اس عبارتؒ میں کیسے آگیا اس سوال کا جواب کون دے گا ابوالعاص بن ربیعؓ اور حضرت عباسؓ دونوں شخصیتوں نے ابتدا میں ایمان قبول کرلیا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت زینبؓ کا دوبارہ نکاح نہیں کرایا یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے جامع ترمذی سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی واضح روایت ہے کہ تجدید نکاح کے بغیر حضرت زینبؓ ابوالعاصؓ کی زوجیت میں رہیں۔ ابوالعاصؓ نے شعب بنوہاشم میں اللہ کے رسولؐ کی اسیری کے زمانے جو کارنامے انجام دیئے تھے اور قیدیوں کو غلہ اور کپڑے پہنچائے تھے اس بنا پر اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں بطحا کا سورما قرار دیا تھا حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاصؓ کی صاحبزادی امامہ وہی ہیں جن کے بارے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں واضح روایت ہے کہ نماز پڑھتے وقت اللہ کے رسول ﷺ ان کو اپنے کندھوں پر سوار کرلیتے تھے کسی اور نواسے یا نواسی کے بارے میں ایسی مستند روایت نہیں ملتی۔ سورت انفال میں ارشاد ربانی ہے

و یمکرون و یمکر اللہ و اللہ خیر الماکرین

اور کافر اپنے مکر میں لگے تھے اور اللہ اپنی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے اچھی تدبیر کرنے والا ہے مروج الذہبؒ کے ترجمے اور عبارت کو مسخ کرنے والا اولاد رسول کے ضمن میں تو اپنی چال چل گیا لیکن اس مکار کو یہ خیال نہ آیا۔ کہ اور کہاں کہاں کتاب میں اولاد نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہے چنانچہ یہاں مروج الذہب حصہ دوم کے صفحات ۲۲۱ اور ۲۲۲ کے خط کشیدہ الفاظ پڑھیے ذیلی سرخیاں ہیں

ہجرت کا دوسرا سال ــــــــــــ اس سال آپ کی بیٹی رقیہؓ کی وفات ہوئی

ہجرت کا تیسرا سال ــــــــــــ اس سال آپ کی بیٹی ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؓ بن عفان کی شادی ہوئی

ہجرت کا آٹھواں سال ــــــــــــ اس سال آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینبؓ نے وفات پائی تھی

تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششیں تابعین کے دور ہی کے بعد سے شروع ہوگئیں تھیں سبائی فتنے کا دارومدار اسی پر تھا اور آج کل تو یہ فتنہ بہت زوروں پر ہے ہر شخص پر اس پروپیگنڈے کا اثر ہے مسلمان اپنی اصل تاریخ اور خانوادۂ نبوی سے لاعلم ہیں اس لیے ہمارے علماء کرام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ

باتیں بتائیں لوگوں کو تلقین کریں اور اسکے لیے بہترین حل جمعہ کا خطبہ ہے چنانچہ خطبہ ثانیہ کے لئے نمونتاً ایک متن پیش ہے ساتھ ہی اس کا ترجمہ دے دیا گیا ہے۔

خطبہ ثانیہ

الحمد لله وحده لاشریک لہ صدق وعده و نصر عبده و اعز جنده و ہزم الاحزاب وحده

والصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و لا معصوم بعده الذی قال فی خطبتہ حجتہ الاخیره انی قد ترکت فیکم کتاب الله ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا بعده۔ و علی آلہ اهل بیتہ المطهرات المکرمات البرره خصوصاً علی خدیجتہ و عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ۔

و علی خلفائہ السنتہ من الصحابہ ابی بکر و عمر و عثمان و علی و الحسن و معاویہ و علی عمیہ المکرمین العباس و اسد الله و اسد رسولہ سید الشهداء حمزه۔

و علی بناتہ زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ و علی اسباطہ علی الزینبی و عبد الله بن رقیہ و الحسن و الحسین ابنی فاطمہ رضوان الله تعالی علیهم و علی من تبعهم الی یوم القیامتہ۔

(اللهم اغفر للمؤمنین و المؤمنات و المسلمین و المسلمات الاحیاء منهم و الاموات انک سمیع مجیب الدعوات۔ اللهم الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا و اهدنا سبل السلام و نجنا من الظلمات الی النور برحمتک یا الله یارحمن یا غفور۔)

اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیمO یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعتہ فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمونO فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل الله و اذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحونO

ان الله یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی و ینهی عن الفحشاء و المنکر و البغی یعظکم لعلکم تذکرونO و لذکر الله اکبر و الله یعلم ما تصنعونO

ترجمہ:

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں جس نے اپنا ہر وعدہ سچ کر دکھایا اپنے

بندے کی مدد کی اپنی فوج کی معاونت کی اور تمام دشمنان اسلام کو شکست فاش دی۔ اور صلوۃ و سلام ہو خاتم المعصومین ﷺ پر جن کے بعد کوئی نبی اور معصوم نہیں جن کی رحمت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ حجتہ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے سب سے بڑے اجتماع کے سامنے اپنے خطبہ میں یہ آخری وصیت فرمائی کہ میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں جس کو اگر تم نے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب قرآن۔ (حضرت باقر سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی یہ حدیث نبوی صحیح مسلم ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہے) اور صلوۃ و سلام ہو آپ ﷺ کی اہل بیت مطہرات پر جو نہایت مکرم اور نیکوکار ہیں خصوصاً حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ (بنت صدیق اکبرؓ) حضرت حفصہؓ (بنت فاروق اعظمؓ) اور حضرت ام حبیبہؓ (بنت حضرت ابوسفیانؓ) پر۔

نیز صلوۃ و سلام ہو آپ ﷺ کے صحابی خلفاء یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروق اعظمؓ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ پر اور آپ ﷺ کے دو مکرم و معظم مسلمان چچاؤں یعنی حضرت عباسؓ اور شیر خدا و شیر رسول سید الشہداء حضرت حمزہؓ پر اور آپ کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ (زوجہ حضرت ابوالعاصؓ) حضرت رقیہؓ و حضرت ام کلثومؓ (ازواج حضرت عثمان غنیؓ) اور حضرت فاطمہؓ (زوجہ حضرت علیؓ) پر اور آپ ﷺ کے چاروں نواسوں حضرت علی زینبیؓ، حضرت عبداللہؓ بن رقیہؓ، اور حضرت حسنؓ و حسینؓ ابناء فاطمہؓ پر اللہ تعالی کا رضوان (خوشنودی) حاصل ہو ان تمام حضرات کو اور قیامت تک آنے والے ان حضرات کے تمام متبعین کو (آمین)

اے اللہ تمام مومن و مسلم مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما زندوں پر بھی کرم فرما او جو انتقال کر گئے ہیں ان پر بھی کرم فرما بیشک تو سننے والا اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔

اے اللہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانیت کے دلوں میں محبت و الفت پیدا فرما ہماری آپس کی رنجشوں کو دور فرما ہم سب کو سلامتی کے راستے کی ہدایت عطا فرما ہمیں گناہوں کی تاریکی سے نکال کر نیکی کی روشنی عطا فرما اے اللہ اے غفور رحیم اپنی مہربانی سے ہماری ان آرزوؤں کو پورا فرما۔

اس کے بعد میں راندۂ درگاہ شیطان کے مقابلہ کے لئے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اور اسی رحمان و رحیم کے نام سے (یہ آیات) شروع کرتا ہوں۔ (کہ) "اے ایمان والو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (گھریلو یا کاروباری جو کام کرنا چاہو کرو) اور ارشادات الہی کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو (سورہ جمعہ آیت نمبر ۹، ۱۰)

(سنو) اللہ تعالی عدل و احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ ذہن نشین کر کے سبق حاصل کرو (سورہ نحل آیت نمبر ۹۰)

احکام الہی کو ذہن نشین رکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا سب چیزوں سے بڑھ کر ہے اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (سورہ عنکبوت آیت ۴۵)

طنز و مزاح

مجید لاہوری مرحوم

یہ گدھے

مار کھانا اور آگے بڑھنا اس کا کام ہے۔ گدھا اگر "ترقی پسند" ہوتا، تو علم بغاوت بلند کرتا۔ اور اس کی ذمہ داری کا بوجھ بھی انسان کے کندھوں پر پڑتا۔ اور انسان چپکے سے یہ بوجھ "سائنس" کے کاندھوں پر ڈال دیتا لیکن "سائنس" ـــــ "ترقی پسند" ہے۔ یہ ٹرک منوں بوجھ اٹھاتے ہیں مگر پیٹرول نہ ہو تو ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ گدھا بھوکا پیاسا رہتا ہے، اس کے باوجود چلتا جاتا ہے۔ کبھی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ میری گھاس میں اضافہ کرو۔ اگر کسی وقت وہ کسی کے ہانکانے سے صدائے احتجاج بلند کرے ـــــ یعنی "ڈھینچوں، ڈھینچوں" کے "قومی ترانے" سے سٹرائیک کا آغاز کرے۔ تو چند لاٹھیاں اسے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ مار کھاتا اور کام کرتا ہے۔ کس قدر "وفادار" ہے۔!

گدھا بیمار ہو یا زخمی ـــــ تھکا ہارا ہو بوجھ تلے دبا ہوا۔ جب تک اس میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے آپ اسے ہنکائے لئے چلے جائیں۔ وہ ایک لفظ بھی آپ کے خلاف نہیں کہے گا۔ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور مزے میں آئے گا تو گائے گا۔

ع رکنا میرا کام نہیں بڑھنا میری شان

امریکا کا گدھا ہو یا روس کا۔ انگلستان کا گدھا ہو یا ہندوستان کا، افریقہ کا ہو یا ایران کا خراسان کا ہو یا پاکستان کا وہ کہیں کا ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ گدھا ہے "گدھا" ـــــ دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے انقلاب آئے لیکن گدھے کی فطرت میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ وہ کل بھی گدھا تھا، آج بھی گدھا ہے۔

یوں تو ہر جگہ گدھوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ لیکن کراچی کی تعمیر ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے یہ بڑی بڑی عمارتیں، یہ لمبی لمبی سڑکیں پہلے کہاں تھیں؟ ماہی گیروں کی چھوٹی سی بستی بڑھتے بڑھتے، پھیلتے پھیلتے بہت بڑا شہر بن گئی۔ گدھے باہر سے ریت لاتے رہے۔ سیمنٹ۔ بجری، چونا اور اینٹ گارا پہنچاتے رہے، اور دیکھتے دیکھتے یہ شہر دنیا کا بڑا شہر بن گیا۔ پہاڑوں کے تنگ اور پیچ در پیچ راستے جہاں کوئی ٹرک

نہیں جاسکتا وہاں گدھا ہی پہنچ سکتا ہے۔ گدھے کے ساتھ گاڑی کے اضافہ نے تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا اس طرح ایک گدھا گدھوں کا بوجھ اٹھانے لگا اور وہ کام جو گاڑی کے بغیر پورے ڈیڑھ سو برس میں ختم ہوتا پچاس برس میں ختم ہوگیا۔ قوموں کی زندگی میں پچاس برس ایک لمحہ کے برابر ہیں۔ یوں سمجھئے کہ پلک جھپکنے میں یہ سب کچھ ہوگیا جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔

"سائنس" بھی اتنا بڑا کمال نہیں کر سکتی۔ جو اس "گدھا" "گاڑی" نے کیا۔ جسے آپ کراچی میں ہر موڑ پر دیکھ سکتے ہیں۔

"یہ گدھا گاڑی" آپ کو کسی اور شہر میں نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان شہروں نے بڑی دیر میں ترقی کی۔ کیونکہ وہاں گدھے بغیر گاڑی کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ پنجاب میں تو بیل گاڑیوں سے زیادہ کام لیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں کی رفتار بہت سست رہی۔ لاہور کی تعمیر مغلوں کے زمانہ سے شروع ہوئی اور آج تک ختم ہونے میں نہیں آئی۔ وہاں کے لوگ "ڈھگوں" پر بھروسہ کرتے رہے۔ اگر وہ بھی گدھا گاڑیاں بناتے تو اتنے طویل عرصہ میں وہ لاہور کو "نیویارک" بنا سکتے تھے۔!

دنیا کے کسی ترقی یافتہ ملک میں آپ کو "گدھا گاڑیاں" نظر نہ آئیں گی۔ گدھے نے تاریخ میں اگر کوئی ترقی کی ہے تو وہ یہی ہے کہ کراچی والوں نے اسے گاڑیوں میں استعمال کیا اور ایک گدھے نے گدھوں کا بوجھ اٹھایا۔ ایک آدمی جس کام کو پچاس دن میں کرتا ہے۔ چار آدمی اسے یقیناً کم دنوں میں کریں گے۔ یہ "چوتھی جماعت" کے "حساب" مؤلفہ خواجہ المتخلص بہ "روڈ" کا ایک سادہ سا "سوال" ہے لیکن ایک گدھے نے گاڑی کی مدد سے وہ کام کیا جسے شاید چار گدھے مل کر بھی نہ کر سکتے!

گھوڑے اس سے پہلے بہت ہی مغرور تھے۔ انہیں گھمنڈ تھا کہ وہ بلا شرکت غیرے ایک گاڑی کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑی بے راہ روی سے سڑکوں پر چلتے تھے۔ اور گدھے کو دیکھ کر فخر سے سر اونچا کر لیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی "راہ گیر" (آج کی ماڈرن اصطلاح میں "پناہ گیر") گاڑی کے نیچے آجاتا تھا۔

لیکن گدھے میں نام کو غرور نہیں۔ وہ اس وقت بھی گدھا تھا جب گاڑی کا "دم چھلا" اس کے ساتھ نہیں لگا تھا اور آج بھی ویسا ہی گدھا ہے۔ پس ــــ ثابت ہوا کہ وہ "بڑا آدمی" ہو کر "بد دماغ" نہیں ہوا۔ ورنہ وہ بھی گھوڑے کی طرح گمراہ ہو جاتا۔ اور آئے دن تصادم ہوتے رہتے۔ یہ ایک تاریخی

حقیقت ہے کہ آج تک کوئی شخص گدھا گاڑی کے نیچے آکر نہیں مرا۔ اس کی وجہ گدھے کی "سلامت روی" ہے۔

کار جب سڑک پر سے گذرتی ہے تو پیدل چلنے والوں پر بڑی بدتمیزی سے خاک دھول اڑاتی ہے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور سمجھتی ہے کہ یہ سب میرے سامنے گرد ہیں۔ لیکن "گدھا گاڑی" نے کبھی ایسی بدتمیزی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ انسان کو ہمیشہ انسان سمجھتی ہے۔ آپ ایک مثال پیش نہیں کر سکتے جب "گدھا گاڑی" نے کبھی سڑک پر خاک اڑائی ہو۔ ٹرام کا انجن فیل ہو جائے تو وہ کراچی کی زبان میں "کھٹارا" ہے۔ کار کا پیٹرول ختم ہو جائے تو وہ "بے کار" ہے۔ ریل کے انجن کا کوئلہ ختم ہو جائے تو وہ "گدھا گاڑی" سے بھی زیادہ ذلیل سواری ہے "یہ گدھا گاڑی" ہے جو ہر حالت میں چلتی ہے۔ سچ کہتے ہیں ؛

"چلتی کا نام گاڑی ہے ——— !"

گدھا گاڑی میں عموماً دو گدھے ہوتے ہیں۔ ایک تو اصلی گدھا ہوتا ہے جو گاڑی کھینچتا ہے۔ اور دوسرا "محض گدھا" ہوتا ہے یہ اصلی گدھے کے ساتھ دوڑتا ہے۔ پہلے تو ہم سمجھے کہ گاڑی میں ایک گدھا کافی ہے۔ دوسرے کی تو یار لوگ یوں ہی "بیخ" لگاتے ہیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرا گدھا "تربیت" اور تعلیم کے لیئے گاڑی سے بندھا رہتا ہے۔ تین سال تک یہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر اعلیٰ تعلیمی ڈگری لے کر اپنی گاڑی آپ چلاتا ہے۔ اور ایک "نئے شاگرد پیشہ" کی تعلیم و تربیت میں منہمک ہو جاتا ہے۔

میں سوچتا ہوں اگر ایک پڑھا لکھا شخص ایک ایک جاہل کو اسی طرح پڑھاتا تو آج ہمارے ملک میں تعلیم عام ہو جاتی، اور لوگ بجائے انگوٹھا لگانے کے "راشن کارڈ کی درخواست" پر دستخط کرتے۔ بہر حال پہلے سال گدھا نمبر ۲ محض گدھا رہتا ہے۔ دوسرے سال وہ پچاس فی صدی گدھا بن جاتا ہے یعنی اگر کسی موڑ پر دائیں یا بائیں مڑنا ہو تو وہ "ہینڈل" کا کام دیتا ہے۔ اور کبھی کبھی وہ "بریک" کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے دو سال میں وہ "بی اے" بن جاتا ہے۔ پھر وہ "ایم اے" پاس کرتا ہے ——— اور کبھی کبھی اصل گدھے کی جگہ لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ گدھا نمبر ا۔ یعنی مکمل گدھا بن جاتا ہے۔ اور زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتا ہے۔ کام کرتا ہے۔ مار کھاتا ہے مگر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب تک موت کی منزل نہیں آتی۔

ہندوستان اور پاکستان آزاد ہو گئے۔ لیکن گدھے ابھی تک غلام ہیں۔ وہ ہمیشہ غلام رہیں گے ———

(بقیہ صہ ۳۲ پر)

خارجہ کمیٹی
سازمانِ اہلِ سنت ایران

ایران میں اہلِ سنت کے عظیم دینی پیشوا

علامہ ابراھیم دامنی کو کیوں گرفتار کیا گیا؟

حضرت علامہ ابراھیم دامنی حفظہ اللہ ایرانی سنیوں کے عظیم علمی، دینی اور روحانی پیشوا ہیں۔ علمی نقطۂ نظر سے وہ اھل سنت ایران کے سب سے بڑے عالمِ دین ہیں۔ وہ ایک نڈر، بے باک اور مجاھد عالمِ دین ہیں۔ علامہ ابراہیم صوبہ بلوچستان کے قصبہ "دامن" میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پاکستان کے دینی مدارس میں علم دین کی تکمیل کی۔ تحصیل علم کے بعد اپنے ملک ایرن لوٹے اور قرآن و سنت کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے (جامعہ اسلامیہ حقانیہ) یران شہر بلوچستان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھرپور خدمات انجام دیں۔ یہ مدرسہ ایران کے تمام مدارس میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ جناب علامہ کی دینی و علمی خدمات کی بنا پر ایران کے تمام علماء نے ایران میں اھلسنت کے دینی مدارس کی مجلس شوریٰ (شوریٰ ھماھنگی مدارس اھلسنت ایران) کا نگران اعلیٰ مقرر کیا۔ انہوں نے اپنی مخلصانہ کوششوں اور خدا داد صلاحیتوں سے ایران کے سنی مدارس کو ترقی کی شاہرہ پر گامزن کردیا۔ علامہ ابراہیم ایک فقیہ، تجربہ کار مدرس اور بہترین منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مصنف بھی ہیں۔ انہوں نے کئی علمی اور دینی کتب اور رسائل تصنیف کئے اور مختلف تراجم بھی کئے۔ عظیم سکالر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت کا فارسی ترجمہ حال ہی میں انہوں نے کیا جس کی ایک جلد چھپ چکی ہے۔ علامہ ابراہیم کی تصانیف و تراجم میں سے بعض کتب ایران کے سنی مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہیں۔ حضرت علامہ کو ایران کی شیعہ حکومت نے ابتداء انقلاب سے آج تک کبھی بھی سکون کا سانس نہیں لینے دیا۔ انہیں مسلسل مشکلات و مصائب سے دوچار کیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں موصوف کو گرفتار کر کے جیل میں ان پر انتہائی تشدد کیا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ سنی عقائد کا دفاع اور سنی طلبہ کو خلفاء راشدین اور ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے حسن کردار و عمل سے آگاہ کرتے۔ انہیں پندرہ سال کی سزائے قید سنائی گئی مگر ایک سال بعد اہل سنت میں ان کی مقبولیت سے مجبور ہو کر رہا کردیا۔ پھر دو مہینہ قبل صوبہ بلوچستان کے ایک معروف عالم دین حضرت مولانا عبدالستار بزرگ زادہ فاضل دارالعلوم دیوبند وفات پا گئے۔ موصوف نے اپنے شہر (ایرانشہر) میں ایک عظیم اور خوبصورت مسجد (مسجد طوبیٰ) تعمیر کرائی مگران کی وفات کے بعد حکومت نے مسجد پر قبضہ کی عملی کوشش کی۔ حتیٰ کہ اپنا مقرر کردہ نام نہاد امام بھی مسجد میں بھیجا لیکن جناب مولانا دامنی نے شدید مزاحمت کر کے حکومت کے اس منصوبہ کو ناکام بنادیا اور ارباب حکومت اس مسئلہ پر مولانا دامنی سے بہت خفا ہوئے اور ان کے دلوں میں مولانا کے خلاف بغض و انتقام کے شعلے بھڑکتے تھے۔ مئی ۱۹۹۲ء میں نام نہاد پارلیمنٹ کے انتخابات منعقد ہوئے۔ اس سال خالص سو فیصد سنی علاقوں میں بھی حکومت نے شیعی امیدوار کھڑے کر کے انہیں کامیاب بنایا۔ اس واضح حق تلفی پر بھی مولانا نے اعتراض کیا۔

(بقیہ صد ۴۲ پر)

سید عطاء المحسن بخاری

خبردار

اجاڑ رستے
ہے گھپ اندھیرا
عذاب موسم
نگاہ مدھم
کچھ بھی مجھکو سجھائی نہ دے
لیکن
اس سناٹے کو توڑتی ہوئی
یہ چیخیں
یہ آہیں
یہ سسکیاں
اور
ان میں ابھرتی ہوئی ایک بھیانک آواز
خبردار
کوئی دہائی نہ دے
میرے کانوں سے ٹکرا رہی ہے

آس

وحشت، دہشت، خوف، ہراس
لمحے، گھڑیاں، پل پل، آس نراس
یخ بستہ رات اندھیری، آندھی، گرد، غبار
صحرا، دشت، جبل
دریا، طوفاں، سیل، نہنگ
موج بھنور
تیکھی نظریں، طعنے، طنز، رقابت
گھورے سب سنسار
کومل تن ہے، نازک درد بھرا اک دل
رت ہے ملن کی
اور
من موہن ہے اس پار

سبائی فتنہ (جلد اوّل)
مصنّف :۔ حضرت مولانا ابوریحان سیالکوٹی
ایک تہلکہ خیز کتاب ——— ایک علمی محاسبہ
ملنے کے پتے :۔ بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
شیخ فہیم اصغر فہیم چپل سٹور، قاضی مارکیٹ، تلہ گنگ

"نمکو"

لڑتی ہے مرے ساتھ تو ہمسائی کی طرح
تو بھی ہے بد زبان مری تائی کی طرح

اک تو ہی مرا یار تھا جاں سے عزیز تر
چبھنے لگا ہے تو بھی مرے بھائی کی طرح

ظاہر تو تیرا ٹھیک ہے یہ مانتا ہوں میں
باطن ترا خراب ہے حلوائی کی طرح

ملتا نہیں ہے ماپ کا اس کے کوئی بھی سوٹ
بڑھتا ہی روز جاتا ہے مہنگائی کی طرح

اک اک ذرا سی بات پہ لڑنے لگا ہے تو
تیرا مزاج گرم ہے جولائی کی طرح

رد عمل ہو کوئی تو اس ظلم کے خلاف
خاموش کیوں کھڑے ہو تماشائی کی طرح

چہرے بجھے بجھے سے تھے میک اپ کے بعد اب
پھر کھل اٹھے ہیں لالہ صحرائی کی طرح

جس نے کبھی بیرنگ بھی لکھا نہیں مجھے
رہتا ہے مری آنکھ میں بینائی کی طرح

ملتا نہیں ہے شہر میں تائب تیرا مکان
میں منہ اٹھائے پھرتا ہوں سودائی کی طرح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

* بجٹ میں لگائے گئے معمولی ٹیکسوں کا بوجھ عام آدمی پر نہیں پڑے گا (چودھری امیر حسین)
صرف آٹا دو سو روپے من تک چلا جائیگا
* "رشوت کا کسی سے ذکر نہ کرنا" کانسٹیبل پچیس سو روپے لے کر حلف اٹھوانے کے لئے دودھ فروش کو مسجد میں لے گیا (ایک خبر)
مسجد اور مولوی کو گالی دینے والوں کا اعلیٰ کردار
* "جنگ" نے عوام کو صحت مند تفریحی مشاغل کا سامان مہیا کیا ہے (پرویز الٰہی)
مثلاً نیم برہنہ عورتوں کی رنگین تصاویر کی اشاعت اور مدر پدر آزاد معاشرہ کی تشکیل وغیرہ وغیرہ
* وزیر اعظم آزاد کشمیر کا پی، آر، او شراب سمگل کرتے ہوئے گرفتار (ایک خبر)
پبلک ریلیشنز اسی طرح قائم ہوتے ہیں
* طاہرہ سید کی یاد آتی ہے لیکن مجنوں نہیں کہ گریبان چاک کر کے صحرا میں نکل جاؤں (نعیم بخاری)
ہم تو مریں گے یار کی دیوار کے تلے مجنوں کو جنوں تھا کہ بیاباں میں مر گیا
* ہم نے انگریز کو ذریعہ نجات سمجھا اور قرآن کو الماریوں میں بند کر دیا (جسٹس خلیل الرحمان)
ہم مسلمانوں کو عیسائی تو نہ بنا سکے مگر مسلمان بھی نہیں رہنے دیا۔ (ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر)
* دریاؤں کا رُخ موڑ دوں گا (وائیں)
بلے او تیریاں "وائیاں"
* ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو سڑکوں پر نکل آئیں گے (فلم ڈسٹری بیوٹرز)
کپڑوں سے تو پہلے ہی باہر آچکے ہیں!
* ملائیت کے خاتمہ کے بغیر حالات بہتر نہیں ہوں گے (چودھری الطاف)
ہر ایک سفلہ و بد اصل و بد زباں سے بچو!
* طفیل ہوشیار پوری کو خاتون نے کار مار کر زخمی کر دیا (ایک خبر)
غزل بڑی خونخوار ہو گئی ہے
* راولپنڈی میں ڈاکوؤں نے پولیس والوں کی تنخواہیں لوٹ لیں (ایک خبر)
دیا ہوا بھتہ واپس لے لیا
* وینا حیات کو شریک حیات مل گیا (ایک خبر)
(کزن) تہمینہ درانی کے لئے لمحۂ فکریہ
* ایم کیو ایم کے ۹ ارکان قومی اور ۸ ارکان سندھ اسمبلی مستعفی (ایک خبر)

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

* زندگی کا مقصد ہی گانا ہے (نور جہاں)

میرا کوئی دادا ہے نہ نانا ہے

* محمود سپرا سے تعلقات! ہاں کروں تو بھی مشکل، نہ کروں تو بھی مشکل۔ نعیم بخاری سے علیحدگی کا کوئی افسوس نہیں (طاہرہ سید)

سونہڑے شاہ دی گھڑولی بھر دی

بک اللہ کولوں میں پڑ دی

* خواجہ معصوم پر قاتلانہ حملے کی ناکامی "ولایت" کی دلیل ہے (مشائخ عظام)

رتبۂ شہادت پر فائز ہونے سے بال بال بچ گئے۔

* بڑی مذہبی ہوں، کبھی سمجھوتہ نہیں کرتی (اداکارہ ریکھا)

تیتوں قلندر دی دیگ تھلے بالاں

* بھٹ نے عوام کی چیخیں نکال دی ہیں (حاجی لعل اللہ پیپلز پارٹی)

آپ نے بھی اپنے عہد اقتدار میں عوام کا رس چوس لیا تھا۔

* ڈپٹی کمشنر لاہور کی ایک مہینے کی تنخواہ قرق کر لینے کا حکم (سول جج محمود ریاض چوہدری)

اس مہینے رزق حلال میسر نہیں آئے گا

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

• عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں • جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اُٹھے
• کفر و ارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

• مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد اسحٰق سندیلوی) ۱۸/ روپے • قادیان سے اسرائیل تک جناب ابو مدثرہ ۴۰/ روپے
• قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) ۲۵/ روپے • تائید آسمانی در ردِ نشانِ آسمانی مولانا محمد جعفر تھانیسری ۵/ روپے
• اسلام اور مرزائیت تقابلی مطالعہ (مولانا محمد عبداللہ) ۱۲/ روپے • ردِ قادیانیت پر دس کتابچے ۱۰/ روپے

خصوصی رعایت

• کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰٪ رعایت • مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳٪ رعایت اور • ۱۰۰/ روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰٪ رعایت اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: رقم پیشگی ارسال کریں۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہو گا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۷۲۸۱۳

مفتی ابومعاویہ منظور احمد تونسوی قسط سوم

آزر ـــــ کون ؟

چند شبہات کا ازالہ

۸ : تفسیر ابن کثیر میں ہے :

آزر نام تھا ایک بُت کا چونکہ ابراہیم علیہ السلام کے والد اس بُت کے خادم اور پجاری تھے اس لئے یہی نام ان پر غالب آگیا تھا ۔ ۔ ۔ آگے چند سطر بعد لکھتے ہیں" ابن جریر یہ کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا" (ابن کثیر اردو صـ۸۱ ج ۷ پ)

۹ : معارف القرآن ادریسی میں ہے :

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے اور تارخ ان کا لقب ہے یا اس کے برعکس تارخ نام ہے اور آزر لقب ہے ۔ (تفسیر معارف القرآن ادریسی صـ۲۲۷ ج ۴)

۱۰ : البدایہ والنہایہ میں ہے :

اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ هٰذا يدل على ان اسم ابى ابراهيم آزر وقال جمهور اهل النسب منهم ابن عباس ان اسم ابيه تارخ وقال ابن جرير والصواب ان اسمه آزر ولعل له اسمان علمان او احدهما لقب والآخر علم ۔ (البدایہ والنہایہ صـ۱۴۲ ج ۱)

اذ قال ابراهيم لابيه الخ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا ۔ جمہور اہل نسب جن میں سے ابن عباسؓ بھی ہیں کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا، لیکن ابن جریرؒ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ اس کا نام آزر تھا اور شاید کہ اس کے دو نام ہوں یا ایک نام اور دوسرا لقب ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا حقیقی نام آذر نہیں تھا بلکہ تارخ تھا۔ رہی یہ بات کہ ان کا لقب آذر تھا یا نہیں تو اس کی کوئی تصریح ابن عباسؓ کی تفسیر میں نہیں ملتی۔ البتہ ابن جریرؒ نے و الصواب کہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے نام کی تصریح فرما دی کہ اس کا نام آذر تھا، اور ان کے ہاں آذر علَم نہیں تو تارخ کا وصفی نام تو ضرور ہی تھا نہ یہ کہ آذر ان کے چچا کا نام تھا۔

۱۱: تفسیر بیضاوی میں ہے :

هو عطف بيان لابيه وفى كتب التواريخ ان اسمه تارح فقيل هما علمان له كاسرائيل ويعقوب وقيل العلم تارح و آزر وصف له معناه الشيخ او المعوج وقيل اسم صنم يعبد و لقب به للزوم عبادته الخ (بيضاوى ص۲۵۹ ج۲ مطبوعه لكهنؤ)

ترجمہ و تشریح: آذر کا لفظ ابیہ کا عطف بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابیہ سے مراد آذر ہے یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان کے والد کا نام تارخ تھا تو اس اعتبار سے گویا کہ ان کے دو نام ہوئے جس طرح اسرائیل اور یعقوب دونوں ایک ہی ذات کے نام تھے اور دونوں کے مصداق ایک ہی شخص تھے اسی طرح کتب تاریخ کا تارخ اور قرآن مجید کا آزر دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا علمی نام تھا اور آزر وصفی نام تھا جس کے معنی بوڑھے یا بگڑے کے ہیں، اور بعض نے کہا کہ آذر اس بُت کا نام تھا جس کی عبادت تارخ کیا کرتا تھا اور اسی بُت کی عبادت لازم پکڑنے کی وجہ سے تارخ کا لقب آزر پڑ گیا۔

قاضی بیضاویؒ کی تحقیق سے بھی ثابت ہوا کہ تارخ اور آزر دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام تھے، یا تارخ نام تھا اور آزر لقب جس کا حاصل یہ نکلا کہ تاریخ کے تارخ اور قرآن کے آزر کا مصداق ایک ہی ہے۔

۱۲: حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ موضح القرآن میں آیت مذکورہ کا ترجمہ لکھتے ہیں:
"جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر کو۔ یاد کر اے محمدؐ واسطے مکے والوں کے قصہ ابراہیمؑ کا جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے واسطے باپ اپنے کے کہ نام اس کا آزر تھا۔"
(موضح القرآن مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور ص۲۲۳ ج۱)

۱۳: امام راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ اپنی مشہور و معروف قرآنی لغت المفردات فی غریب القرآن طبع پاکستان کے ص۱۷ پر لکھتے ہیں:

قیل کان اسم ابیہ تارخ فعرب فجعل آزر وقیل آزر معناہ الضال فی کلامہم	کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا پھر اسے عربیا کر یعنی عرب کی لغت میں لا کر آزر کر دیا گیا، اور بعض نے کہا کہ آزر کا معنی ان کے کلام میں گمراہ اور راہ گم کردہ کے آتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ آزر اصل میں تارخ ہی تھا جیسا کہ تورات اور کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ مگر عربی کی مشہور ڈکشنری لسان العرب مؤلفہ ابن المنظور کے ص۷۶ ج پر ہے۔

وآزر اسم اعجمی وھو اسم ابی ابراھیم"	آزر عجمی نام ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔"

۱۴: علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی معرکۃ الآرا تفسیر روح المعانی ص۱۹۴ ج۷ پر لکھتے ہیں:

وآزر بزنۃ آدم علم اعجمی لابی ابراھیم علیہ السلام	آزر آدم کے وزن پر عجمی زبان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔"

اور دو سطر بعد لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس ان اسم ابی ابراھیم علیہ السلام بآزر واسم امہ مثلی الخ

کتب تواریخ و تفاسیر کی ورق گردانی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علماء متقدمین و متاخرین کی اکثریت

اسی خیال اور رائے کی حامی ہے کہ قرآن مجید کا بیان کردہ آزر اور تاریخ والقرآۃ کا بیان کردہ نام تارح دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے، دو الگ شخص نہ تھے۔

۱۵: حضرت العلامہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی اپنی مقبول عام اور شہرہ آفاق تصنیف قصص القرآن میں اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ (الآیہ) کے تحت مفسرین ومؤرخین کے اختلافی اقوال ذکر کرنے کے بعد بطور محاکمہ یہ فیصلہ فرماتے ہیں:

> کہ ہمارے نزدیک یہ تمام تکلفات بارد ہیں اس لئے کہ قرآن عزیز نے جب صراحت کے ساتھ آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا ہے۔ تو پھر محض علماء انساب اور بائیبل کے تخمینی قیاسات سے متاثر ہو کر قرآن عزیز کی یقینی تعبیر کو مجاز کہنے یا اس سے بھی آگے بڑھ کر خواہ مخواہ قرآن کریم میں نحوی مقدرات ماننے پر کون سی شرعی اور حقیقی ضرورت مجبور کرتی ہے۔ بر سبیل تسلیم اگر آزر عاشق صنم کو کہتے ہیں یا بت کا نام ہے تب بھی بغیر تقدیر کلام اور بغیر کسی تاویل کے یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان ہر دو وجہ سے آزر کا نام آزر رکھا گیا جیسا کہ اصنام پرست اقوام کا قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ کبھی اپنی اولاد کا نام بتوں کا غلام ظاہر کر کے رکھ دیتے تھے اور کبھی خود بتوں کے ناموں پر رکھ دیا کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ آزر کلدی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں۔ اور عربی میں یہی آزر کہلایا۔ تارح چونکہ بت تراش اور سب سے بڑا پجاری تھا اس لئے آزر کے نام سے مشہور ہو گیا، حالانکہ یہ نام نہیں تھا بلکہ لقب تھا اور جب لقب نے نام کی جگہ لے لی تو قرآنِ عزیز نے بھی اسی نام سے پکارا۔

پس بلاشبہ تاریخ کا تارح اور قرآن کا آزر ہی ہے اور وہ علم اسمی ہے نہ کہ علم وصفی اور تارح یا غلط نام ہے یا آزر کا ترجمہ ہے جو توراۃ کے دوسرے اعلام کی طرح ترجمہ نہ رہا بلکہ اصل بن گیا۔" قصص القرآن ص ۲۴۲ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

۱۶: امام سیوطیؒ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں:

وَاذکر اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزر هو لقبه واسمه تارح	کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا لقب ہے اس کا نام تارح تھا۔

وَاِسْمُهٗ پر حاشیہ لکھتے ہیں:

ضبط بعضهم بالحاء المهملة وبعضهم بالخاء المعجمة وقال البخاری فی تاریخه الکبیر ابراهیم بن آزر وهو فی التوراة تارخ فعلی هذا یکون لابی ابراهیم اسمان آزر وتارخ مثل یعقوب واسرائیل اسمان لرجل واحد یحتمل ان یکون اسمه آزر وتارخ لقب له وبالعکس فالله سماه آزر وان کان عند النسابین والمؤرخین اسمه تارخ لیعرف بذالك من الخطیب وعبارة الکبیر واما قولهم اجمع النسابون ان اسمه کان تارخ فنقول هذا ضعیف لان ذالك الاجماع انما حصل لان بعضهم یقلد بعضاً وبالاخیر یرجع الی قول الواحد والاثنین مثل قول وهب وکعب ونحوهما وربما تعلقوا بما یجدونه من

کہ بعض نے اس لفظ (تارح) کو حاء مہملہ کے ساتھ ضبط کیا ہے اور بعض نے خاء معجمہ کے ساتھ اور امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں فرمایا ہے کہ ابراہیم بن آزر تورات میں تارخ لکھا ہوا ہے پس اس بناء پر ابراہیم علیہ السلام کے والد کے دو نام ہوئے آزر اور تارخ جیسے یعقوب اور اسرائیل دو نام ہیں۔ ایک شخص (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے) اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آزر نام ہیا اور تارخ اس کا لقب ہو یا اس کے برعکس یعنی تارخ نام ہو اور آزر اس کا لقب ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس کا نام آزر رکھا ہے اگرچہ علماء نسب اور مؤرخین کے ہاں اس کا نام تارخ مشہور ہے، اور خطیبؒ سے اور کبیر کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے باقی ان کی بات کہ علماء نسب کا اس پر اجماع ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارخ تھا میں کہتا ہوں یہ اجماع ضعیف ہے کیونکہ اس اجماع کی انتہاء حضرت وہب بن منبہؒ اور حضرت کعبؓ احبار وغیرھما کے قول پر ہے ایک دوسرے کی تقلید میں (علماء نسب) بات نقل کرتے

احبار الیهود والنصارٰی ولا عبرة بذالك فی مقابلة صریح القرآن انتھٰی۔ (جلد لسین صـــ۱۸۱)

چلے گئے ہیں۔ انجام کار اس اجماع کی بنیاد ایک یا دو آدمیوں پر جاکر ٹھہرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ بات یہود ونصاریٰ کے احبار سے نقل شدہ ہوتی ہے جس کا صریح الفاظ قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں۔ الخ

۱۷: تفسیر ابن کثیر میں ہے ،۔

والصواب ان اسم ابیہ آزر ثم اورد علی نفسہ قول النسابین ان اسم تارخ ثم اجاب بانہ قد یکون لہٗ اسمان کما لکثیر من الناس او یکون احدھما لقبا وھذا الذی قالہ جید قوی واللہ اعلم

اور صحیح بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا، پھر علماء نسب کا قول نقل کیا کہ اس کا نام تارخ تھا پھر اس قول سے جواب دیا کہ ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں جیسا کہ بہت سے لوگوں کے دو نام ہوتے ہیں یا یہ کہ ایک نام اور ایک لقب ہو اور یہی قول زیادہ عمدہ اور مضبوط ہے۔

(تفسیر ابن کثیر عربی مطبوعہ امجد اکیڈمی اردو بازار لاہور صـــ۱۵۰ ج ۲)

(باقی آئندہ)

وقتِ دُعا ہے: ابنِ امیرِ شریعت قائدِ تحریک ختم نبوت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ پر ۱۸ مئی ۹۲ء کو اچانک فالج کا حملہ ہوا ہے جسم کا دایاں حصہ اور زبان متأثر ہیں۔ چودہ روز ہسپتال کے علاج کے بعد الحمد للہ بیماری میں نمایاں کمی آئی ہے، حضرت شاہ جی اب گھر منتقل ہو چکے ہیں اور ڈاکٹرز کے زیر ہدایت علاج اور مکمل آرام فرما رہے ہیں۔ احباب و اکابر سے آپ کی جلد صحت یابی کے لئے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

مولانا ابوریحان سیالکوٹی (قسط چہارم)

کشف سبائیت

میں نے مولانا سندیلوی کی پوری عبارت کیوں نقل نہیں کی

اپنے "الجواب" کے ع۲ کے تحت قاضی صاحب نے پہلے سندیلوی صاحب کی وہ عبارت نقل کی ہے جو وہ اپنی کتاب "خارجی فتنہ" میں بھی نقل کر آئے تھے، اس کے بعد مجھ سے یوں سوال کیا ہے کہ:

"یہاں ابوریحان صاحب سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ نے مولانا سندیلوی کی وہ پوری عبارت کیوں نقل نہیں کی جو میں نے خارجی فتنہ میں نقل کی تھی الخ" (ص۳۷، ص۳۸)

۱۔ جواباً عرض ہے کہ اگر میں بھی مولانا سندیلوی کی وہ عبارت نقل کر دیتا تو پھر کیا ہو جاتا؟ کیا اس سے آپ کی عبارت کی سبائیت میں کوئی تخفیف آجاتی؟ آپ نے پہلے اس کو خارجی فتنہ میں اور اب یہاں نقل کر کے کونسا میدان مار لیا ہے کہ میں پیچھے رہ گیا ہوں؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے آپ کی عبارت کی سبائیت میں کچھ بھی تخفیف آسکتی ہے تو یہ آپ کی خام خیالی اور غلط فہمی ہے جیسا کہ ابھی ان شاء اللہ بیان ہوا چاہتا ہے؛

۲۔ پھر سندیلوی صاحب کی عبارت تو آپ کے نزدیک خارجیت و ناصبیت کی ترجمانی تھی اور "خارجی فتنہ" میری کتاب کا موضوع نہ تھا، بلکہ میری کتاب کا موضوع تو سبائی فتنہ تھا، دوسرے لفظوں میں میری بحث سندیلوی صاحب کی عبارتوں پر نہ تھی بلکہ آپ کی عبارتوں پر تھی، ان کی عبارتیں تو میں نے بوقت ضرورت ہی نقل کرنی تھیں اور ضرورت پڑنے پر نقل بھی کی ہیں، لیکن یہاں مجھے اس کی ضرورت نہ پڑی تھی؛

۳۔ سندیلوی صاحب کی اس عبارت کو نقل کر کے اس پر گفتگو آپ کر چکے تھے۔ اس پر نہ تو مجھے کسی قسم کے اضافے کی ضرورت تھی، نہ مجھے سندیلوی صاحب کی صفائی ہی دینا تھی اور نہ اس سے آپ کی عبارت کی

سبائیت میں کوئی تخفیف ہی ہو سکتی تھی، پھر یہ فضول کام میں کرتا تو آخر کیوں؟

۴۔ اگر میں نے یہاں سندیلوی صاحب کی پوری عبارت نقل نہیں کی تو ادھوری بھی کب نقل کی ہے؟ پھر آپ "پوری" کا لفظ لکھ کر میرے بارے میں قارئین کو مغالطہ کیوں دے رہے ہیں؟

۵۔ میرے مخاطب آپ تھے سندیلوی صاحب نہ تھے، میں نے تو آپ کی ہی عبارتیں نقل کرنی تھیں سندیلوی صاحب آپ کے مخاطب تھے، ان کی پوری یا ادھوری عبارت نقل کرنا، نہ کرنا آپ کا کام تھا، اور آپ کی ہی ضرورت تھی، میرا نہ یہ کام تھا اور نہ یہ میری ضرورت ہی تھی۔ سو آپ نے اپنی عبارتی واستدلالی سبائیت میں تخفیف پیدا کرنے کے لئے ان کی عبارت نقل کر دی ہے۔ اب یہ جائزہ لینا میرا کام ہے کہ اس سے آپ کی عبارتی و استدلالی سبائیت میں کچھ تخفیف ہوئی یا نہیں؟ سو اپنا یہ کام ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں کس طرح پورا انجام دیتا ہوں۔

میں نے صرف اتنا کیوں لکھ دیا کہ الخ

اپنے اوپر والے سوال کو مکمل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اور مولانا سندیلوی کے متعلق صرف اتنا کیوں لکھ دیا کہ "سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کی رائے کا ماخذ سورۃ التوبہ کی آیت السابقون الاولون من المهاجرين والانصار، الآیہ کو بتلایا تھا، حضرت قاضی صاحب مدظلہ اس آیت کو حضرت معاویہؓ پر چسپاں کرتے ہوئے پہلے تو یہ بتلاتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین طبقوں پر اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے" الخ (ص ۲۸)

جواباً عرض ہے کہ مولانا سندیلوی کے متعلق صرف اتنا میں نے اس لئے لکھ دیا تھا کہ یہی بنیادی فرق تھا آپ کی اور سندیلوی صاحب کی عبارت، استدلال، طرزِ استدلال اور نتیجۂ استدلال میں یہی وہ مرکزی نکتہ تھا۔ جہاں سے آپ کی اور سندیلوی صاحب کی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھیں، یہی بات مابہ الامتیاز تھی، سُنّی طرزِ استدلال اور سبائی طرزِ استدلال میں۔ جیسا کہ تفصیلِ ذیل سے ان شاء اللہ ابھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو کہ:

کیا سندیلوی عبارت سے مظہری عبارت کی، سبائیت میں کوئی تخفیف آسکتی ہے؟

سندیلوی صاحب کی جو طویل عبارت قاضی صاحب نے "خارجی فتنہ" کے بعد

یہاں بھی نقل کی ہے حضرت

معاویہؓ کے خلاف اپنی عبارت کو ہر لحاظ سے حق بجانب باور کرانے کے لئے اس کے جس حصّے سے ان کا استدلال ہے اس کو انہوں نے خود ہی خط کشیدہ کر کے علیحدہ یوں نقل کیا ہے :۔

"آیت مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کو سب مسلمانوں کا متبوع اور مقتدا قرار دے رہی ہے اور ان کی اتباع کو رضاء الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے"

پھر اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے اس سے یوں استدلال کیا ہے :۔

"اس کا مطلب یہی ہے کہ باقی مسلمانوں پر مہاجرین اولین کی اتباع لازم ہے اور ان کی اتباع رضاء الٰہی حاصل ہونے کا سبب ہے یعنی مہاجرین اولین کی اگر اتباع کی جائے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ اگر مولانا ابو ریحان یہ عبارت درج کرتے تو پھر ان کے بہتان[1] کی حقیقت قارئین پر واضح ہو جاتی۔ کیونکہ یہ استدلال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیش کردہ ہے جس کو نقل کرنے والے بھی مولانا سندیلوی ہیں" (صفحہ ۳۸)

نیز لکھتے ہیں کہ :۔

"میں نے تو آیت والسابقون الاولون الآیہ سے وہی استدلال پیش کیا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے اپنے موقف کی تائید میں خود پیش فرمایا تھا اور اس سلسلے میں مولانا سندیلوی کی ہی عبارت پیش کی تھی" (صفحہ ۳۶)

قاضی صاحب فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ پر ازروئے نص قرآنی حضرت علیؓ کی پیروی کو جو لازم کہا اور ایسی پیروی کے ساتھ ان سے اللہ کی رضاء کو جو مشروط بتایا ہے کہ جس کا نتیجہ اللہ کی رضاء سے ان کا مشرف نہ ہو سکنا ہے۔ تو یہ سب کچھ کہا، بتایا ہوا میرا نہیں ہے بلکہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کہا، بتایا ہوا ہے، جس کو نقل بھی سندیلوی صاحب نے کیا ہے۔ اور اس سے قاضی صاحب کا مقصد حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے لکھے، کہے کی تمامتر ذمہ داری سندیلوی صاحب اور حضرت علیؓ پر ڈال کر اس سلسلے کی اپنی عبارت، طرز استدلال اور نتیجۂ استدلال کی سیأیت کو مبدل بحسنیت کرنا یا کم از کم اس میں کچھ تخفیف ہی پیدا کرنا ہے، یہ مقصد ان کا پورا ہوا یا نہیں ؟ اس کا جائزہ لینے سے پہلے قارئین کو ایک بنیادی بات بتا دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا!

---

[1] (حاشیہ صفحہ ۵۵ پر دیکھیں)

کہ دعویٰ تو قاضی صاحب کا یہ ہے کہ انہوں نے

قاضی صاحب نے اپنی کتاب میں اگر مسلک حق و اعتدال بیان کیا ہے تو وہ اپنے لکھے، لکھے کے نتائج کی ذمہ داری آخر کیوں نہیں قبول کرتے؟

اپنی کتاب میں قرآن و حدیث پر مبنی

اہل السنتہ کے مسلک حق و اعتدال کی ترجمانی کی ہے مسلک حق کے تحفظ کیلئے ہی کتاب[1] لکھی ہے اور یہ کہ وہ بالکل مطمئن ہیں کہ مشاجرات صحابہؓ میں ادھر ادھر سے ہٹ کر مسلک حق کی ترجمانی کی خدمت انکو نصیب ہوئی ہے لیکن جب ان کی کسی بات کا اصول اہل السنتہ، قواعد اجتہاد اور صحابہ کی شان کے خلاف ہونا بیان کیاجاتا ہے تو وہ اسکی ذمہ داری اپنے سر لینے کی بجائے اوروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسکو اپنا مسلک کہنے سے گھبراتے ہیں اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصریح کرنے سے کتراتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسکو مسلک حق و اعتدال بتانے تک سے بھی پہلو تہی کرتے ہیں۔ اسکی بجائے اہل باطل کی طرح یہ کہنا شروع کردیتے ہیں کہ "یہ میری بات تو نہیں" "یہ تو میں نے فلاں کی بات نقل کی ہے" "میں نے تو یوں صرف صورۃً کہا ہے" "میں نے تو یہ الزاماً کہا ہے" "مثلاً دیکھئے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) کے خلاف انہوں نے حدیث "ضلا و ضل من اتبعھما" سے استدلال کیا۔ اسکو قرآن کی روشنی میں بالکل صحیح کہا جب بتایا گیا کہ یہ حدیث تو موضوع ہے صحابہ کی شان کے

حاشیہ

[1] کونسا بہتان ہے؟ کیا آپ نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت معاویہؓ سے اللہ کی رضا مشروط تھی، مہاجرینؓ و انصارؓ کی اتباع باحسان کے ساتھ، اور کیا آپ نے یہ نہیں لکھا کہ یہ اتباع انہوں نے نہیں کی تھی؟ اگر آپ نے یہ نہیں لکھا توانکار کریں، اور اگر لکھا ہے تو کیا آپ کی ان باتوں کا نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ حضرت معاویہؓ کو اللہ کی رضا نہیں ملی؟ اگر یہ نتیجہ نہیں نکلتا تو صحیح نتیجہ بتائیں اور اگر یہی نتیجہ نکلتا ہے تو پھر یہ بہتان ہوا یا آپ کے ہی لکھے، لکھے کا پورا بیان؟۔ [2] آپ نے تو سندیلوی صاحب کی یہ عبارت درج کردی نا؟ اس سے کونسی حقیقت واضح ہوتی، اور کیا واضح ہوتی؟ بس یہی نا کہ حضرت معاویہؓ کو رضاءِ الٰہی سے محروم اور نص قرآنی کا مخالف بتانے میں، میں تن تنہا نہیں بلکہ اس میں میرے ساتھ سندیلوی صاحب بلکہ خود حضرت علیؓ بھی شریک ہیں، بلکہ اصل تو وہی ہیں میں تو اس میں ان کا تابع ہوں یہ؟ یہ حقیقت نہیں بلکہ سندیلوی صاحب پر بالخصوص حضرت علی المرتضیٰؓ پر بہتان ہے، نہ حضرت علیؓ نے ہی یہ کچھ کہا ہے اور نہ سندیلوی صاحب نے ہی یہ کچھ بتایا ہے بلکہ یہ خالص چکوالیت و منظہریت ہے، جیسا کہ قارئین کے سامنے ہے۔!

خلاف ہے تو یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے یا نہیں؟ صحابہ کی شان کے خلاف ہے یا نہیں؟ میرا استدلال برحق ہے یا نہیں؟ میرا مسلک و عقیدہ یہی ہے یا نہیں؟ اسکو نقل کر کے میں نے مسلک حق و اعتدال کی ترجمانی کی ہے یا نہیں؟ بلکہ اپنے کئے کرے کی ساری ذمہ داری حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر ڈالدی کہ میں نے تو وہاں سے نقل کی ہے اور مطمئن ہوگئے کہ مسلک حق واعتدال کی ترجمانی کا حق ادا ہوگیا۔

اسی طرح صحابہ کے بارے میں گناہ، یقیناً سخت نافرمانی نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت، اللہ کے حکم کی مخالفت جیسے نازیبا الفاظ بڑی تحدی سے لکھے بلاتکلف لکھے بار بار لکھے جب گرفت کرنے والوں نے گرفت کی تو یہ نہیں بتایا کہ یہ الفاظ صحابہ کی شان کے مطابق ہیں یا نہیں؟ انکا میرے قلم پر آنا صحیح تھا یا غلط؟ اہل السنتہ کا مسلک حق و اعتدال صحابہؓ کے بارے میں ایسے ہی الفاظ لکھنے اور لکھتے ہی چلے جانے کا ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ راگ الاپنا شروع کردیا کہ میں نے تو یہ سب کچھ محض "صورۃً" کہا ہے "الزاماً" کہا ہے۔ اور سمجھے کہ اس طرح میرا یہ سب کچھ کہا لکھا جائز ہوگیا۔

یہی حال حضرت معاویہؓ کے خلاف یہاں زیر بحث ان کے استدلال کا ہے اسکو لاجواب استدلال کہا سندیلوی صاحب کو چیلنج دیا کہ "قرآن کا جواب قرآن سے چاہیئے اگر جواب نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے تو حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا تسلیم کر کے نص قرآنی کے تقاضا پر عقیدہ رکھیں" لیکن جب ہم نے ان کے اس استدلال کا اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہونا بیان کیا تو یہ نہیں بتایا کہ یہ مظہری استدلال طرز استدلال اور انداز بیان اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہے یا نہیں؟ ہمارا بتایا ہوا اسکا سبائی نتیجہ اس سے نکلتا ہے یا نہیں؟ انکا یہ طرز استدلال حضرت معاویہؓ کو رضاء الہی سے محروم بناتا ہے یا نہیں؟ صحابہؓ کے خلاف ایسا طرز استدلال اور انداز بیان اہل السنتہ کا مسلک ہے یا نہیں؟ بلکہ اپنے لکھے کہے کی ساری الا بلا سندیلوی صاحب اور حضرت علیؓ پر ڈالدی کہ یہ سب کچھ تو انہی کا لکھا ہوا کہا ہوا ہے اور خیال کر بیٹھے کہ حضرت معاویہؓ کی شرعی عظمت کے تحفظ کا حق ادا ہوگیا۔

یہاں قاضی صاحب سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ نے حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنا یہ طرز استدلال اور انداز بیاں اپنے تئیں صحیح سمجھ کر اختیار کیا ہے یا غلط سمجھ کر؟ اگر صحیح سمجھ کر اختیار کیا ہے تو بس ہمیں آپ کے اس صحیح سمجھنے سے ہی غرض ہے اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ یہ استدلال اور کس کس نے پیش کیا اور کس کس نے نقل کیا ہے پھر پہلے آپ اپنی بات کریں، اسکو حق و صواب کہنے کی جرأت کریں، اسکو اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے مطابق بنانے، بتانے کی ہمت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس استدلال کو پیش کرنا اور سندیلوی صاحب کا اس کو نقل کرنا ہمیں تب بتلائیں جب ہم اسکا آپ سے پوچھیں۔

اور اگر آپ نے اس طرز استدلال اور انداز بیان کو غلط سمجھتے ہوئے اپنایا ہے تو کیا ایک کی غلطی دوسرے کی غلطی کیلئے حجت ہوسکتی ہے؟ کیا کسی کی غلطی سے دوسرے کی غلطی میں کوئی تخفیف آسکتی ہے؟ پھر اسکو غلط سمجھتے ہوئے بھی جو آپ سندیلوی صاحب اور حضرت علیؓ کو اپنی صفائی میں پیش کر رہے ہیں تو اس سے آپ کو کیا فائدہ؟

(باقی آئندہ)

جامِ شیریں
خالِص اجزاء - بہتر شربت
ملک کا واحد شربت جس کی تیاری میں پانی کا ایک قطرہ بھی شامل نہیں۔
عام شربت میں پانی اور مصنوعی اجزاء استعمال ہوتے ہیں جبکہ قرشی کے جامِ شیریں میں خالص اجزاء کے مرکبات استعمال کیے جاتے ہیں۔
خالص اجزاء کے مرکبات کے استعمال کی وجہ سے اس کا ذائقہ منفرد ہے۔ پینے سے طبیعت بھی بھاری نہیں ہوتی اور دوسرے شربتوں کے مقابلے میں یہ پیاس بڑھاتا نہیں بلکہ بجھاتا ہے۔ جامِ شیریں گرمیوں میں لو سے بچاتا ہے تسکین بخشتا ہے اور مفرحِ قلب ہے۔
جامِ شیریں کی ایک بوتل سے بغیر چینی ملائے ۳۰ گلاس شربت بنایا جا سکتا ہے۔
قرشی کا جامِ شیریں خالص اجزاء — بہتر شربت
شربت
جامِ شیریں
قرشی
تحقیق کی روایت - معیار کی ضمانت

MONTHLY ✆ 72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L - 8755 MULTAN

Vol. 3 No. 7

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختم نبوت

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی مُلتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

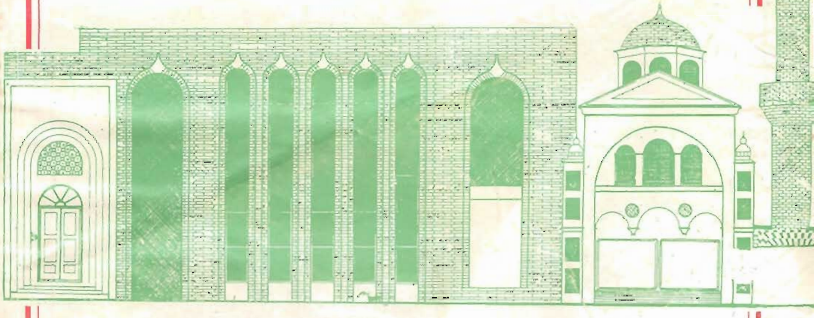

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے، بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ
لیں، نقد یا سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیلِ زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی ملتان